تاریخ واقعاتِ شہاں تا نوشتہ اند
افسانہ کہ گفت نظیری کتاب شد

تذکرۃ الاعوان

(قوم اعوان کے حسب نسب کا تحقیقی تذکرہ)

از

ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ

ادارۂ تصنیف و تالیف ۔ کالا باغ

ملک امیر محمد خان نواب آف کالاباغ (میانوالی):

نواب آف کالاباغ ملک امیر محمد خان اعوان سابق گورنر مغربی پاکستان وچیف آف اعوانان پاکستان گزرے ہیں آپ کے چار فرزند ملک اسدخان، ملک مظفرخان، ملک اللہ یارخان وملک اعظم خان ہوئے۔ملک اسدخان کے دو بیٹے ملک فوادخان وملک عمادخان MNA قابل ذکر ہیں۔کالاباغ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل کا علاقہ ہے۔سرزمین کالاباغ اعوان قبیلے کا مرکز ہے جو باغات کی کثرت کی وجہ سے کالانظر آتا ہے۔آپ کی شاخ ملک صادق خان (صدیق) کے نام کی وجہ سے صدقال کہلاتی ہے۔ملک بندے علی نے کالاباغ آباد کیا۔آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:۔نواب ملک امیر محمد خان بن ملک عطامحمد خان بن ملک یارمحمد خان بن ملک مظفرخان بن ملک اللہ یارخان بن ملک اعظم خان بن ملک سرخروخان بن ملک عزت خان بن ملک اللہ یارخان بن ملک فتح خان بن ملک اللہ دادخان بن ملک نواب خان بن ملک محمد خان بن ملک اللہ یارخان بن ملک بدرالدین خان بن ملک شہاب الدین خان بن ملک شہباں خان بن ملک حیدرخان بن ملک موکل خان بن ملک سرخروخان بن ملک بلندخان بن ملک بندے علی (بانی کالاباغ) بن ملک اولیا (طور) بن کرم علی (خلیل رکلی) بن مزمل علی کلگان بن قطب حیدرشاہ غازی علوی از اولاد حضرت محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ مولف تاریخ الاعوان وتذکرۃ الاعوان:

آپ کا تعلق نواب آف کالاباغ کی فیملی سے تھا۔ملک امیر محمد خان نواب آف کالاباغ آپ کے بہنوئی تھے۔ملک اللہ یارخان بن بن ملک اعظم خان ،نواب ملک امیر محمد خان اور ملک شیر محمد خان کے جداعلیٰ تھے ملک اللہ یارخان کی چوتھی پشت میں ملک شیر محمد خان بن ملک پیرمحمد خان بن ملک امیر محمد خان بن ملک رتباز (ربناز) خان تھے۔آپ نیک سیرت ،اعلیٰ تعلیم یافتہ وخدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے آپ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی کالاباغ تھے۔جب مولوی نورالدین کفری نے باب الاعوان اورزادالاعوان لکھیں تو آپ نے اپنے قدیم خاندانی شجرہ نسب جوسینہ بہ سینہ صدیوں سے محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ بن حضرت علیؓ سے تھے کے مطابق تاریخ الاعوان 1956 میں مرتب کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ اعوان حضرت عباس علمدارؓ کی اولاد سے نہیں ہیں۔تاریخ الاعوان وتذکرۃ الاعوان اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں آپ اعوان قبیلہ کے چشم وچراغ تھے آپ کا انتقال 1986 میں ہوا۔(بحوالہ تاریخ علوی اعوان ایڈیشن 2009 ص 631،تحقیق الانساب جلداوّل ص 100 جلد دوئم ص 198،مختصر تاریخ علوی اعوان معہ ڈائریکٹری ص 162،تاریخ نیازی قبائل (طبع ہفتم صفحہ 1176)

کتاب ____________ تذکرۃ الاعوان
مؤلف ____________ ملک شیر محمد خان اعوان
ناشر ____________ ادارہ تصنیف تالیف کالاباغ
مطبع ____________ ثنائی پریس سرگودھا
تاریخ اشاعت ____________ ستمبر ۱۹۷۰ء
تعداد ____________ ایک ہزار

ملنے کا پتہ

ادارہ تصنیف و تالیف، کالاباغ، ضلع میانوالی

انتساب

فخرِ قوم نواب ملک مظفر خان آف کالا باغ

کے نام

بگیر ایں ہمہ سرمایۂ بہار از من
ز گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند

نسب نامہ کا فائدہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَکُمْ۔ فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مَثْرَاةٌ لِّلْمَالِ مَنْسَاءَةٌ فِی الْاَثَرِ ؛

(مشکوٰۃ شریف کتاب الآداب ۔ باب البر والصلہ ۔ الفصل الثانی)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نسب نامہ کا فائدہ یہ ہے کہ یہ رشتہ داروں سے ملنے کا اور ان سے نیک سلوک کرنے کا ایک ذریعہ ہے ۔ رشتہ داروں سے میل جول رکھنا اور ان سے نیک سلوک کرتے رہنا آپس کی محبت کا باعث ہے ۔ مال میں برکت دیتا ہے اور عمر بڑھاتا ہے ؛

ترتیب

تعارف

عمرانی علوم میں تاریخ کی اہمیت محتاجِ وضاحت نہیں۔ تاریخ کسی قوم کے سفرِ حیات کی منزل بمنزل اور عہد بعہد روداد ہے۔ یہ قوم کے اجتماعی مزاج، افتادِ طبع، نفسیاتی کیفیت اور قوم کے نمایاں افراد کے محاسن و عیوب کی تصویر پیش کرتی ہے۔ افراد اور اقوام، حال اور مستقبل تک ماضی کے اسی زینے کے وسیلہ سے پہنچتے ہیں۔ کسی شخص کی انفرادی زندگی میں اس کے حافظہ کو جو حیثیت حاصل ہے۔ قوم کی اجتماعی زندگی میں تاریخ کا بھی وہی مقام ہے۔ جس طرح ایک شخص اپنا حافظہ کھو دینے کے بعد مہمل قسم کی مجنونانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اسی طرح اگر بدقسمتی سے کوئی قوم اپنی تاریخ کو فراموش کر بیٹھے تو وہ قوم نہیں رہتی چند چلتے پھرتے لاشوں کا ایک بے ہنگم ہجوم بن جاتی ہے۔ باشعور اقوام اپنی تاریخ سے سبق حاصل کرکے اپنے حال اور مستقبل کو سنوارتی ہیں۔ ان حقائق کی بنا پر انتہائی ضروری ہے کہ قوم اپنے ماضی سے کسی قدم پر بھی غافل نہ ہو۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کے پاس اپنے ماضی کی قابلِ اعتماد روداد تاریخ کی شکل میں موجود ہو۔

یہ مختصر سی تمہید قوم اعوان کی تاریخ سے متعلق ہے۔ قوم اعوان محتاجِ تعارف نہیں۔ یہ پاکستان کی معروف جسور و غیور قوم ہے اس کا تاریخی پس منظر اور پیش منظر مایۂ ناز ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب سلطان محمود غزنوی نے مشرکینِ ہند کے معبدِ اعظم سومنات پر یلغار کا اعلان کیا۔ تو ہرات کے حکمران بابا قطب شاہ اور ان کے خاندان کے مجاہدین صف شکن نے سربکف ہو کر سلطان کے ساتھ شرکتِ جہاد کا اعلان کیا

اور سلطان نے ان کے جذبۂ سرشاری سے متاثر ہو کر ساداتِ علوی کے ان جانبازوں کو "اعوان" (مددگار) کا خطاب دیا۔ یہ خطاب اپنے اندر زندہ رہنے کی ایسی صلاحیت رکھتا تھا کہ ساداتِ علوی آج تک اعوان کہے جاتے ہیں۔

فتح سومنات کے بعد سلطان تو غزنی چلے گئے۔ ساداتِ علوی کے کچھ جانبازوں نے کالاباغ سے متصل کوہ ڈھنکوٹ پر اقامت اختیار کرلی۔ علامہ اقبال کا یہ شعر ان شاہین صفت مجاہدوں پر کس قدر صادق آتا ہے:

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

اس قبیلہ کے کچھ افراد کوہ ڈھنکوٹ سے اتر کر چکڑالہ، بھل، تلہ گنگ، وادی سون اور ونہار کے علاقہ میں آباد ہو گئے، اور ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر اس علاقہ میں دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس طرح یہاں ایک مختصر سی اسلامی ریاست وجود میں آگئی۔ آج وہ ریاست تو موجود نہیں لیکن قرآن کے حافظوں اور قاریوں کی کثرت کے باعث اس علاقہ کو "اعوان قاری" کہا جاتا ہے۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ اس قوم کی ایک مستند تاریخ مرتب کی جاتی جس میں اس قوم کے بلند کردار اور پُرعزم و باہمت افراد کا تذکرہ کرکے موجودہ نسل کو آئینہ دکھایا جاتا اور اسے اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی تلقین کی جاتی۔ لیکن بڑے افسوس سے اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس موضوع پر کوئی قابلِ قدر تحقیقی کام نہیں کیا گیا۔

مقامِ مسرت ہے کہ اس کمی کو پُورا کرنے کے لیے محترم ملک شیر محمد خان اعوان آف کالاباغ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ انہوں نے برسوں کی طویل دقیق تحقیق کے بعد تاریخ الاعوان کے نام سے ایک کتاب لکھی جو ۱۹۵۶ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قوم اعوان میں بے شمار عالم، ادیب اور دانش ور موجود ہیں۔ لیکن قوم اعوان کی تاریخ لکھنے کی سعادت ملک صاحب موصوف کو حاصل ہوئی ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

"تاریخ الاعوان" کیا ہے؟ ایک تاریخی شاہکار جس پر ملک کے اہلِ علم طبقہ نے ملک صاحب کو بار ہا خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اور بعد میں لکھنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک مستقل ماخذ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اس کتاب کے بعد اس موضوع پر کچھ کتابیں لکھی گئیں۔ لیکن اوّلیت کا سہرا ملک صاحب کے سر ہے۔ انہی کے تتبع میں بعض حضرات نے عنانِ قلم کو اس طرف موڑا ورنہ پہلے کبھی اس موضوع کو قابلِ اعتناء نہیں سمجھا گیا تھا ؎

شورشِ عندلیب نے روحِ چمن میں ڈال دی
ورنہ کلی کلی یہاں مست تھی خوابِ ناز میں

بعد میں جن لوگوں نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ ملک صاحب کی تحقیقی کدوکاوش ان کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئی اور انہوں نے ان کی کتاب کو قابلِ اعتماد تاریخ تسلیم کر کے اپنی تصانیف میں جا بجا اس کے حوالہ جات دیئے۔ ہاں بعض ایسے احباب بھی تھے۔ جنہوں نے اختلاف برائے اختلاف کی

متعصبانہ روش پر چل کر ان کی تحقیق کے خلاف چند مضامین لکھ کر ماہنامہ "الاعوان" میں شائع کرائے۔ اگرچہ اہلِ نظر کے نزدیک انہیں کوئی حیثیت حاصل نہ تھی مگر چونکہ ان سے عام قارئین میں غلط فہمیاں پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ اس لیے ملک شیر محمد خان صاحب نے انہیں نظر انداز کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان کے جواب میں چند معرکۃ الآراء مقالات سپردِ قلم کئے جو ماہنامہ "الاعوان" میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ ان مقالات نے تمام غلط فہمیوں کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ کیونکہ یہ تحقیق و تدقیق کے شاہکار تھے۔ انہوں نے ان مقالات میں اپنی تحقیقِ عمیق کے جو نتائج پیش کئے ہیں۔ وہ اس قابل ہیں کہ ان کا غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ ملک صاحب نے اس موضوع پر اتنی محنت کی ہے، جتنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے لیے کسی تھیسز کی تیاری کے لیے کی جاتی ہے کچھ عرصہ سے اہلِ علم و قلم احباب برابر تقاضا کر رہے تھے کہ ان مقالات کو کتابی صورت میں یکجا کر دیا جائے تاکہ یہ جواہر پارے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیں۔ اسی مسلسل اصرار کے پیشِ نظر ملک صاحب یہ مجموعہ مقالات شائع کر رہے ہیں۔

ملک صاحب معروف مصنف اور شگفتہ قلم ادیب ہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف منظرِ عام پر آ چکی ہیں اور تمام اہلِ دانش و بینش نے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ یہ مجموعہ مقالات ان کی تصانیف کے سلسلۃ الذہب میں ایک حسین ترین کڑی کا اضافہ ہے۔ یقین ہے کہ اسے بھی ان کی دیگر تصنیفات کی طرح قدر و منزلت حاصل ہوگی۔

عنایت اللہ چشتی
چکڑالہ (میانوالی)
۱۷، جنوری ۱۹۷۷ء

اعترافِ حقیقت

قوم اعوان سینکڑوں سال سے اپنے آپ کو حضرت محمد ابن حنفیہؒ کی نسل سمجھتی آئی ہے۔ لیکن آج سے ۵۰ سال پہلے ایک کرائے کے مصنف مولوی نورالدین نے اپنی تالیفات "زاد الاعوان" اور "باب الاعوان" میں ایک صاحب حکیم غلام نبی امرتسری ثم لاہوری کی خواہش پر قوم اعوان کو حضرت عباسؓ ابن علیؓ کی اولاد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ اور ثبوت میں "خلاصۃ الانساب" "میزان ھاشمی" اور "میزان قطبی" وغیرہ خود ساختہ ناموں کی کتابوں کے خود ساختہ حوالہ جات درج کیے۔

ہم نے طویل مطالعہ اور عمیق تحقیق کے بعد اپنے مقالات میں براہین قاطع اور دلائلِ ساطع سے ثابت کر دیا تھا کہ مولوی صاحب نے جن کتابوں کے نام لکھے ہیں وہ سب خود ساختہ ہیں۔ ان کے ذہن میں ان کا وجود ہو تو ہو۔ عالمِ حقیقت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ ہماری اس تحقیق سے ایک صاحب پروفیسر انور بیگ اعوان کو اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ فی الواقع یہ کتابیں موجود ہیں۔ پچھلے دنوں پروفیسر صاحب موصوف فارسی کورس کے سلسلہ میں ایران گئے۔ وہاں ان کا چھ ماہ قیام رہا۔ وہاں انہوں نے "خُلاصَۃ الانساب" تلاش کرنے کی سعی بلیغ کی۔ لیکن تلاش کرنے سے وہ چیز تو ضرور مل جاتی ہے جس کا کہیں وجود ہو (جوئندہ یابندہ) مگر جس کا وجود ہی نہ ہو وہ کہاں ملے چنانچہ پروفیسر صاحب کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ انہوں نے پاکستان آنے پر اپنے ایک دوست جناب

ملک محمد حیات صاحب اعوان بی۔ اے جنرل سیکرٹری تنظیم الاعوان بلوچستان مقیم کوئٹہ کے نام ایک خط میں اپنی اس ناکامی کا ذکر کیا ہے ہم نے محترم ملک محمد حیات صاحب سے اس خط کی فوٹو سٹیٹ کاپی حاصل کر لی ہے۔ ذیل میں اس خط کو من و عن نقل کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ اس خط کے مطالعہ سے وہ تمام دوست راہِ راست پر آجائیں گے، جو مولوی نورالدین کی بھول بھلیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔

مکان نمبر ۶۵ ڈی سٹریٹ نمبر ۶۵
جی ۶/۴ اسلام آباد
۲ اپریل ۱۹۷۵ء

عزیزم حیات صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم! آپ کا خط ملا جملہ حالات سے آگاہی ہوئی۔ افسوس ہے کہ لاہور تاریخ کانفرنس میں حاضر نہ ہو سکا۔ کیونکہ ایران سے واپس آنے کے بعد کالج میں سخت مصروفیات رہیں۔ بہر حال خوشی کی بات ہے کہ تاریخ الاعوان بورڈ میں حرکت تو پیدا ہوئی۔ میں نے ایران میں خلاصۃ الانساب وغیرہ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی کیونکہ علامہ علی کی اس موضوع پر کوئی کتاب موجود نہیں۔

دعاگو
انور بیگ اعوان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بیانِ واقعی

بعض حلقوں کا خیال ہے کہ اسلام نسل اور خاندان کو قطعی کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ صرف مذہبی رشتہ کو تسلیم کرتا ہے اور اسی خیال کی بنیاد پر وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کسی خاندان کا اپنے حسب ونسب سے دلچسپی رکھنا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کا یہ دعویٰ اسلامی نقطۂ نظر کے بالکل برعکس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا ہے!

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی وَجَعَلۡنٰکُمۡ شُعُوۡبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ۝

(پارہ ۲۶ رکوع ۱۴)

"لوگو! ہم نے تم (سب) کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور (پھر) تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔"

(ترجمہ مولانا نذیر احمد دہلوی)

اس ارشادِ باری سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ خود خدائے قدوس نے انسانوں کو علیحدہ علیحدہ ذاتوں اور برادریوں میں تقسیم کیا ہے اور اس تقسیم کا مقصد بھی بیان کر دیا گیا کہ یہ باہمی تعارف اور شناخت کے لیے ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نسل اور خاندان کی بنا پر قبیلوں اور برادریوں کی تقسیم کو ایک حقیقت کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے مگر اس کا یہ مقصد نہیں کہ اس تقسیم کو دورِ جاہلیت کی طرح نسلی تفاخر اور قبائلی تعصب کی بنیاد بنا کر عزت و ذلت کا حقیقی معیار سمجھا جائے اسی لیئے آگے چل کر وضاحت کر دی گئی کہ خدا کے نزدیک مکرّم و معظّم وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے گویا نسل اور خاندان باعث اعزاز نہیں بلکہ اعمال صالحہ باعثِ اعزاز ہیں۔

قرآن حکیم میں ذاتوں اور برادریوں کو تسلیم کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ :-

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ

(پارہ ۲۶ رکوع ۱۴)

"مسلمان تو بس (آپس میں بھائی) بھائی ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مسلمان مختلف ذاتوں اور برادریوں سے تعلق رکھنے کے باوجود آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ان میں قبائلی تعصب نہیں۔ نسلیّت پرستی کے جنون میں وہ دوسرے قبائل سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کو اپنے سے ہٹیا نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد تمام مسلمان قبائل کو متحد ہونے کا حکم ہوتا ہے :

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص

(پارہ ۴ رکوع ۲)

"اور سب مل کر مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا ـــــ"

ان ارشادات خداوندی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان خواہ کسی ذات اور برادری سے تعلق رکھتے ہوں وحدتِ اسلامیہ کے رشتہ میں منسلک ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے زیبا نہیں کہ اپنی ذات اور برادری کی عظمت اور نسلی برتری کے نشہ میں مخمور ہو کر دوسری ذاتوں اور برادریوں کو حقیر سمجھنے لگے۔ اسلام نسلی، لسانی اور صوبائی تعصب کے خلاف ہے۔ لیکن ایک مسلمان اپنے صالح آباء و اجداد کا تذکرہ فخر سے ضرور کر سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں اس کے متعلق ارشادات خصوصیت سے ملتے ہیں۔ " وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا " اور رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ "

ہاں جاہلیت اور اسلام کے " فخرِ آباء " کے نظریات میں بڑا نازک سا فرق ہے۔ جاہلیت میں " پدرم سلطان بود " کا نعرہ لگا کر اپنی بڑائی ثابت کی جاتی تھی۔ لیکن اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اپنے آباء و اجداد کے اعمالِ صالحہ کا تذکرہ فخریہ انداز میں اس لیے کیا جائے کہ اخلاف میں بھی ان کی راہ پر چلنے اور ان کی سیرت کو اپنانے کے جذبات پیدا ہوں۔ اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ " شمشیرِ پدر خواہی بازوئے پدر آور " پس اگر اسی مقدس جذبہ کے تحت ایک مسلمان اپنے قبیلہ کے اعمالِ صالحہ کا تذکرہ قلمبند کر کے تحدیثِ نعمتِ خداوندی کرے تو میرے نزدیک یہ امر غیر مستحسن نہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ :

" تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِهٖ اَرْحَامَكُمْ "

" اپنے حسب و نسب کا علم رکھو، تاکہ صلہ رحمی کر سکو "

اس فرمان کی رو سے سلسلہ حسب و نسب کا تحفظ نہ صرف خاندانی اتحاد کے لیے لازمی ہے، بلکہ صلہ رحمی کا باعث بھی ہے۔

ان تصریحات کی روشنی میں اپنے قبیلہ کے حسب و نسب کے تحفظ اور اپنے اسلاف کے کردار کا ورثہ اپنے اخلاف کو منتقل کرنے کے لیے جو کوشش بھی کی جائے۔ اسے قابلِ اعتراض نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اس تمہید سے مجھے اپنی قوم اعوان کے حسب و نسب کا تذکرہ مقصود ہے۔ قوم اعوان عربی النسل ہے۔ اس قوم کے جو حالات تاریخی کتب، قلمی دستاویزات اور سینہ بہ سینہ خاندانی روایات میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بنو امیہ اپنے دورِ اقتدار میں فاطمیوں اور علویوں کے خون سے ہولی کھیل چکے تو خدا کا قانونِ عروج و زوال حرکت میں آیا۔ اموی اقتدار کی شمعیں گل ہو گئیں اور عباسیوں کے قدم تختِ سلطنت پر پہنچے انہیں امویوں سے تو انتقام لینا ہی تھا۔ ان کے ساتھ فاطمیوں اور علویوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ فاطمی اور علوی ان کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت پر مجبور ہوئے اور مختلف ممالک میں جا کر پناہ لی۔ اسی سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رض کے صاحبزادے جناب محمد ابن حنفیہ رض کی اولاد میں سے کچھ لوگ سفر کے مصائب برداشت کرتے ہوئے ہرات پہنچے اور وہیں اقامت اختیار کر لی۔ ان دنوں غزنی میں امیر سبکتگین سریر آرائے حکومت تھا۔ غزنی غازیوں کا شہر کہلاتا تھا۔ کیونکہ یہیں جہاد کے لیے مجاہدین بھرتی کئے جاتے تھے۔

اور ان کے لشکر جہاد کی غرض سے مختلف علاقوں میں بھیجے جاتے تھے۔ علویوں کے ایک بزرگ شاہ عطاء اللہ امیر سبکتگین کے لشکر میں سپہ سالار کے منصب پر فائز ہوئے اور دادِ شجاعت دی۔ اس لیے انہیں غازی کے لقب سے نوازا گیا۔ آپ ایک بہادر سپہ سالار ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ کے عابد و زاہد بھی تھے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:-

۱۔ میر ساہو رح

۲۔ میر قطب حیدر رح

۳۔ میر سیف الدین رح

میر ساہو رح بھی افواج غزنی کے سپہ سالار تھے۔ انہوں نے بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لے کر اپنی شجاعت کی دھاک بٹھا دی تھی۔ آپ سلطان محمود غزنوی کے انتہائی معتمد ہونے کے علاوہ ان سے قرابتِ قریبہ رکھتے تھے۔ یعنی ان کی اہلیہ بی بی ستر معلی سلطان محمود کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ اس لیے سلطان محمود انہیں بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ جہاں سلطان محمود خود نہ جا سکتے انہیں اپنا قائم مقام بنا کر بھیج دیتے تھے۔ شاہ عطاء اللہ کے دوسرے بیٹے میر قطب حیدر المعروف قطب شاہ تھے جو اعوان قوم کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ تیسرے بیٹے میر سیف الدین رح تھے جو اپنے بھتیجے سید سالار مسعود غازی رح ابن میر ساہو رح کے ساتھ دریائے کٹیلا کے کنارے ۲۱ راجگانِ ہند کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن (مرآۃ مسعودی)

ان کا مزار بھڑائچ میں سید سالار مسعود غازی کے ساتھ ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تاریخ علوی مؤلفہ مولوی حیدر علی اعوان لدھیانوی کے بیان کردہ واقعات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ۱۰۰۱ء کا زمانہ ہے۔ سرزمین ہند پر کفر و طغیان اور شرک و عصیان کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھائے ہوئے ہیں۔ غزنی میں سلطان محمود کو خیال آتا ہے کہ کفر زارِ ہند میں کفر و شرک کا استیصال کیا جائے۔ وہ سرزمین ہند پر توحید کا جھنڈا لہرانے کے لیے عزمِ جہاد کرتا ہے۔ اعلانِ جہاد سن کر سرفروشانِ اسلام جوق در جوق پرچمِ اسلام کے سائے میں جمع ہونے لگتے ہیں۔ ہرات کے حکمران میر قطب شاہ علوی اپنے قبیلہ کے لشکر سمیت دربارِ سلطانی میں حاضر ہو کر جہادِ ہند میں شرکت کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ سلطان محمود فرطِ مسرت سے بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ "آج سے تم ہمارے اعوان ہو"۔ سلطان کے ان اعوان یعنی مددگار مجاہدوں کی اولاد اس واقعہ کی نسبت سے آئندہ چل کر اعوان کہلانے لگی۔ سلطان کی زبان سے یہ بے ساختہ نکلا ہوا کلمہ مستقل حیثیت اختیار کر گیا۔

جب سلطان محمود نے آخری معرکۂ سومنات پر یلغار کی تو علویوں کے قبیلہ کے سردار قطب شاہ، سلطان کے ہمراہ تھے۔ جب سلطان نے سومنات کو مسمار کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کمر کھول دی۔ کیونکہ اس حملہ سے واپسی پر ان کے فوجی سردار قطب شاہ رح نے ضلع میانوالی کے اس پہاڑی علاقہ میں بسنے کی اجازت مانگی تو سلطان نے نہ صرف رہنے کی اجازت عطا کی۔ بلکہ یہ سب علاقے بھی بطور انعام ان کو دے دیئے۔ قطب شاہ رح نے کچھ عرصہ یہاں

قیام کیا۔ پھر اپنے نو بیٹوں کو مختلف علاقے سپرد کرکے اور دو بیٹوں کو ہمراہ لے کر غزنی تشریف لے گئے ایک سال وہیں قیام کیا اور رمضان المبارک ۴۲۱ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۰۲۹ء شب جمعہ کو اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

جیساکہ بیان کیا گیا ہے۔ قطب شاہ نے اپنے نو بیٹوں کو ضلع شاہ پور، ضلع کیمبل پور اور ضلع جہلم کے مختلف علاقے تقسیم کر دیئے تھے۔ چنانچہ ان کے بڑے بیٹے مزمل علی کلغان کے حصہ میں ضلع میانوالی کا قلعہ ڈھنکوٹ آیا اور ان کا قبیلہ جو اعوان کہلاتا تھا۔ اس علاقہ میں آباد ہو گیا۔ جکڑ الہ، نمل سیکسر تلہ گنگ اور کالاباغ تک کا علاقہ (جس کو اعوان قاری کہتے ہیں) ان کے تصرف میں آیا اور اور یوں اس علاقہ میں سب سے پہلے قطب آنک اسٹیٹ قائم ہوئی جس کا مرکزی مقام کالاباغ تھا۔ سلطان محمود غزنوی کے فوج کے ان سپاہیوں کی اولاد آج تک عسکری روایات قائم رکھے ہوئے ہے۔ آج بھی پاکستانی فوج کا معتدبہ حصہ اس قوم کے جسور دلیر سپاہیوں پر مشتمل ہے جرأت و بسالت انہیں ورثہ میں ملی ہے۔ قوم اعوان کی ساری تاریخ اس بات کی شاہد عادل ہے کہ یہ قوم میدان جنگ میں کٹ تو سکتی ہے لیکن ہٹ نہیں سکتی۔ اعوانانِ پاکستان نے ملک اور اسلام کی سربلندی کے لیے عظیم قربانیاں دی ہیں۔ انہوں نے جنگ ۱۹۶۵ء میں امتیازی خدمات سرانجام دی ہیں اس جنگ میں جو محاذ بھی کھلا اس کا انچارج اعوان جرنیل ہی تھا اور پاکستان کی سرحدوں پر آباد قوم جس نے سب سے زیادہ جانی اور مالی قربانیاں دی ہیں وہ بھی قوم اعوان ہے۔

قوم اعوان کے عربی النسل ہونے کے ثبوت میں مندرجہ بالا تاریخی شواہد سے قطع نظر متعدد معقول دلائل میں سے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

۱ ـــــ عرب میں قریش کو اپنے شجرۂ نسب سے عشق کی حد تک دلچسپی رہی ہے اور اس قوم کے ہر قبیلہ کے ہاں اپنا شجرۂ نسب ہوتا تھا۔ قوم اعوان میں بھی یہ خصوصیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔ آج بھی اس قوم کے ہر خاندان کے پاس اپنا شجرۂ نسب ہے۔

۲ ـــــ قریش عرب بہادری، مہمان نوازی، ایفائے عہد اور وفاداری میں بے مثال شہرت رکھتے تھے۔ منافقت ان میں نام کو نہ تھی۔

ع آستیں میں دشنہ پنہاں لب پہ لفظِ دوستی

یہ ان کا طریق کار نہیں تھا اور آج یہی صفات قوم اعوان کی طرۂ امتیاز ہیں اور یہ اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ قوم اعوان کی رگوں میں وہی عربی اصلی خون گردش کر رہا ہے۔

پاکستان میں قوم اعوان کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ شجاعت و بسالت، علم و دانش، تقویٰ و طہارت عزم و استقامت، وعدہ وفائی، مہمان نوازی، وفا شعاری و دیانت داری جیسی صفات میں اس قوم کا ماضی جتنا تابناک ہے۔ اتنا ہی حال بھی درخشاں ہے۔ اس گئے گزرے دور میں بھی اس قوم میں ایسے ہزاروں افراد موجود ہیں جن میں مندرجہ بالا اوصاف بہ تمام و کمال پائے جاتے ہیں۔ عالم باعمل بھی ہیں اور اشکِ سحرگاہی سے وضو کرنے والے پاک باطن صوفیا بھی ہیں۔ حافظ، قاری، ادیب و شاعر، واعظ و خطیب، صحافی و دانشور غرضیکہ ہر طرح کے اوصاف حمیدہ کے حامل لوگ موجود ہیں۔ لیکن ان سب حیثیات کے ساتھ ساتھ من حیث القوم ان کی قابل ذکر خصوصیات، حق گوئی و بیباکی، غیرت و حمیت، خودداری اور ایفائے عہد ہیں۔ وہ دوستوں کے لیے جان تک قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

آج سے تقریباً بیس سال پہلے جب میں نے لکھنے پڑھنے کی وادی میں قدم رکھا تو مجھے یہ شوق دامنگیر ہوا کہ اپنی قوم کی کوئی تاریخ اردو میں مل جائے۔ اور میں اس کے مطالعہ سے قوم کے بنیادی خدوخال سے شناسائی حاصل کر سکوں۔ بڑی تگ ودو اور جستجو کے بعد اردو میں دو کتابیں اس موضوع پر دستیاب ہوئیں۔ "باب الاعوان" اور "زادالاعوان" یہ بہت عرصہ پہلے کی شائع شدہ کتابیں تھیں جو بہت جلد نایاب ہوگئی تھیں۔ میں نے جب ان کتابوں کا مطالعہ کیا تو ان میں اپنے خاندانی شجرہ نسب کے بالکل برعکس شجرۂ نسب نظر آیا۔ میں نے جب اس موضوع پر تحقیق کی تو ان کتابوں کو ناقابلِ اعتماد پایا۔ اس لیے میں نے اپنی خاندانی روایات، شجرۂ نسب اور دوسری تاریخی کتابوں (تاریخ علوی، تاریخ حیدری اور مرأۃ مسعودی وغیرہ) کی روشنی میں تحقیق عمیق کے بعد "تاریخ الاعوان" کے نام سے ایک جامع کتاب لکھی۔ اس کے شائع ہوتے ہی قوم اعوان کے ہر طبقہ کی طرف سے میرے نام تعریفی خطوط آنے شروع ہوگئے۔ اس وقت تک قوم اعوان کے عالموں، صوفیوں، پروفیسروں، وکیلوں، ادیبوں اور صحافیوں کی طرف سے جو تعریفی خطوط مجھے موصول ہو چکے ہیں۔ اگر انہیں کتابی صورت میں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ ملک کے وقیع اخبارات ورسائل میں میری اس تصنیف پر جو تبصرے شائع ہوئے ہیں۔ وہ بھی ایک مبسوط تصنیف پر محیط ہوں گے، بہرحال خودستائی مقصود نہیں۔ بلکہ تحدیثِ نعمت الٰہی اور اس ذاتِ قدوس کے بے پایاں فضل وکرم کا برملا اعتراف مقصود ہے۔ وگرنہ میں کیا اور میری بساط کیا۔ میری اس تالیف کے متعدد ایڈیشن منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اب بھی مانگ برابر جاری ہے۔

میری مذکورہ تالیف کے بعد اس موضوع پر جتنی تالیفات شائع ہوئی ہیں۔ ان سب میں میری تحقیق کی زبردست تائید وحمایت کی گئی ہے اور ان کے مولفین نے جگہ جگہ میری تالیف کا حوالہ دیا ہے۔

میری تالیف کی روزافزوں مقبولیت کے پیشِ نظر بعض حاسدانِ تیرہ باطن اپنی نام نہاد تحقیق کے نام پر میری تحقیقات سے اختلاف پر مبنی مضامین ماہنامہ "الاعوان" لاہور میں چھپواتے رہتے ہیں۔ ان کی تحقیق کیا ہے؟ زادالاعوان اور باب الاعوان کے مؤلف مولوی نورالدین کے چبائے ہوئے نوالے ہیں جنہیں وہ دوبارہ چبا رہے ہیں۔ گویا جن کتابوں کی تحقیق سے میں نے اختلاف کا آغاز کیا تھا۔ وہی ان کا مدارِ نتائجِ تحقیق ہیں جن کتابوں کی جاہلانہ تحقیقات کی قلعی کھولتے ہوئے ہمارے رہوارِ فکر وقلم نے سفر کی ابتدا کی تھی۔ اسی مقام پر یہ اپنی کمریں کھول رہے ہیں اور نازاں اس پر ہے کہ انہیں منزلِ مراد مل گئی۔ جن سکوں کو ہم نے عیارِ تحقیق پر پرکھ کر انہیں کھوٹا ثابت کر کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا تھا۔ یہ لوگ انہی پر اپنی مصنوعی تحقیق کی پالش لگا کر پھر انہیں مارکیٹ میں لے آئے ہیں اور انہیں کھرا ثابت کرنے کے لیے اپنا سارا زورِ بیان صرف کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنے نشترِ تحقیق سے جس غلیظ مواد کو جسمِ قوم سے خارج کیا تھا وہ پھر سخن سازی اور الفاظ کے الٹ پھیر کے انجکشنوں سے اسے دوبارہ جسدِ بدن بنانے کی بے سود کوششوں میں مصروف ہیں۔ یہ حضرات مولوی نورالدین کی تحریرات کو حرفِ آخر سمجھ کر اس کی عبارات کو بادنیٰ تغیر وتصرف پیش کر دیتے ہیں اور اس طرح قوم اعوان کے حسب ونسب کو مشکوک بنانے کی مذموم کوشش میں مصروف ہیں۔ اس میں میرا کوئی نقصان نہیں یہ پوری قوم کا نقصان ہے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے شجرۂ نسب پر خطِ تنسیخ کھینچ کر دوسری قوموں کو ہنسنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ اس طرح قوم کے یہ نادان دوست اپنی قوم پر جگ ہنسائی کا موجب بنے ہوئے ہیں اور سمجھ یہ رہے ہیں کہ وہ میدانِ تحقیق کے مرد ہیں۔

میں وقتاً فوقتاً ایسے لال بجھکڑ اور حاطب اللیل لوگوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں

کے لیے مقالات لکھتا رہتا ہوں۔ جو ماہنامہ "الاعوان" لاہور میں اشاعت پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ اب میں نے سوچا ہے کہ ہر شخص رسائل کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے ان مقالات کو مناسب حک و اضافہ کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ انہیں پڑھ کر قوم اعوان کے افراد اپنے قومی شجرہ سے متعلق ان نام نہاد محققین کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔

اُمیدِ واثق ہے کہ قوم اعوان کا اہلِ علم طبقہ ان مقالات کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے اپنے قومی شجرہ کو تحریف کی سازش کا شکار نہیں ہونے دے گا۔

وائے آں قومے کہ جدِ خویش را نشناختہ
شجرۂ خود از دماغِ خود مرتب ساختہ

خادم القوم

شیر محمد خان اعوان

کالاباغ

۱۱ر جنوری ۱۹۷۷ء

قطب شاہی اعوانوں کا حسب و نسب

ایک تحقیقی جائزہ

داستانِ عہدِ گل را بشنو از مرغِ چمن
زاغہا آشفتہ تر گفتند ایں افسانہ را

قوم اعوان کے حسب و نسب سے متعلق قلم اٹھاتے ہوئے مختلف النوع مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہی مشکلات و موانعات ہیں جو مؤرخین کے لیے اشکالات پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں اور مجبوراً انہیں اس موضوع پر قلم اٹھانے سے دستکش ہونا پڑتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱ـــــ اس قوم نے غفلت کے باعث اپنے اصل نسب ناموں کو کھو دیا اور اپنی معلومات کا محل بھانڈوں اور میراثیوں کی داستان طرازیوں کی خام بنیادوں پر کھڑا کر دیا۔ اگر ان سے نسب خوانی میں کہیں تسامح ہو گیا۔ تو سلسلۂ سخن جاری رکھنے کے لیے وہاں ایک فرضی نام جڑ دیا۔ اس طرح حقیقت افسانوں میں بدل گئی۔

ع چوں نہ دیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

۲ـــــ سلسلۂ نسب میں بعض بزرگوں کے ناموں کے ساتھ اضافی لقب اور خطاب یا کنیت کو

یاد رکھ لیا۔ اور اصل نام سے صرف نظر کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصل نام اور اضافی و فروعی نام میں التباس ہو گیا۔

۳ ۔ ـــــــ سکھوں کے دورِ حکومت نے دوسری قوموں کے ساتھ ساتھ اعوانوں کو بھی اپنی قہرمانیت کی خونیں گرفت میں جکڑ لیا۔ اس دور میں اعوانوں کی کوئی مرکزیت نہیں تھی۔ پنجاب میں ان کے قبائل اطراف واکناف میں پراگندگی اور انتشار کا شکار تھے۔ اس لیے یہ سکھوں کے خلاف متحد اور منظم قوت بن کر نہ ابھر سکے اس کے برعکس سکھ ہر جگہ کوس لمن الملک بجا کر اپنی دھاک بٹھا رہے تھے، اعوانوں کے لیے حالات بالکل ناسازگار تھے لیکن تاریخ اس امر کا انکار نہیں کر سکتی کہ اس منتشر حالت میں بھی اعوانوں نے ہر جنگی محاذ پر سکھوں کے خلاف صف آرا ہو کر اپنی روایتی شجاعت کے مظاہرے کئے اور سکھوں کے دانت کھٹے کئے یہ ایک ہمہ وقتی جنگ تھی جس سے ایک پل بھی فرصت نہیں ملتی تھی۔ اعوان سکھوں کی ایک مسل کو بھگا کر اپنی تلواریں بھی صاف نہ کر پاتے تھے کہ دوسری مسل ہلہ بول دیتی تھی سکھ رات کی تاریکی میں کھڑی فصلوں کو نذرِ آتش کر دیتے تھے۔ اس طرح باہم جنگ و جدال اور فصلوں کی مسلسل تباہی سے اعوانوں کی اقتصادی حالت کو ناقابلِ بیان نقصان پہنچا۔ آخر عروج و زوال اور بقائے انفع کے ابدی قانون کے مطابق سکھوں کا آفتابِ اقبال ڈوب گیا اور ۱۸۴۸ء میں انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ ملک کی جو کانیں وراثتاً اعوانوں کے قبضہ و تصرف میں چلی آتی تھیں۔ انگریز انہیں اپنے حیطۂ تسلط میں لے آئے۔ اب اعوانوں کے لیے کاشتکاری کے سوا معیشت کے تمام ذرائع منقطع ہو گئے۔ اس پر طرہ یہ کہ اپنی اقتصادی بدحالی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شادی بیاہ کی رسومات پر اپنی آن کی خاطر پہلے کی طرح شاہانہ اخراجات کرتے رہے اور ان شادی خرچیوں نے انہیں ہندو مہاجنوں کا دستِ نگر ہونے پر مجبور کر دیا

اس طرح وہ سودی قرضہ کی ظالمانہ گرفت میں آ گئے۔ سود خواروں کی خون آشامی نے ان کی رگِ حیات سے لہو کا ایک ایک قطرہ نچوڑنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ زمین بھی جس پر ان کی معیشت کا زیادہ تر دار و مدار تھا بیع یا رہن کی صورت میں سود خواروں کی نذر ہونے لگی۔ اس طرح یہ قوم افلاس اور تنگ دستی کا شکار ہو کر رہ گئی۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن کے زمانہ میں زمینداروں اور کسانوں کی حالت کو سنبھالا دینے کے لیے پنجاب میں ایکٹ انتقال اراضی پاس ہوا جس کی رو سے غیر زراعت پیشہ قوموں کے لیے زمین کی خریداری ممنوع ہو گئی۔ اس ایکٹ کے نفاذ پر سود خواروں کا پنجہ قانون کے آہنی پنجہ کے مقابلہ میں شکستہ سا ہو گیا اور ان کی دراز دستیاں کسی حد تک رک گئیں۔ اعوانوں کے پاس جو زمین بچ رہی تھی وہ خاندانی تقسیم در تقسیم کے باعث کناروں کی بجائے مرلوں میں بدل گئی۔ غور کیجئے کہ جو قوم ایسے سنگین حادثات، روح فرسا حالات اور نکبت و فلاکت کے ایسے دشوار گزار مراحل سے دوچار ہو رہی ہو۔ وہ ایسے نامساعد دور میں اپنے نسب ناموں کے تحفظ کا کیا خیال رکھ سکتی تھی۔

۴ ـــــــ انگریزی عملداری میں جب محکمہ بندوبست کی تشکیل ہوئی تو اس نکبت زدہ قوم نے اپنا صحیح نسب نامہ پیش کرنے میں کوئی نمایاں دلچسپی نہ لی۔ اس لیے مہتمانِ بندوبست کو مجبوراً اس قوم سے متعلق قیاس آرائیوں کا سہارا لینا پڑا۔ بھلا مہتمانِ بندوبست کو کیا پڑی تھی کہ وہ قوم اعوان کا صحیح نسب نامہ مہیا کرنے کے لیے تحقیق کی جانگداز مشکلات برداشت کرتے اور صحیح روایات فراہم کرنے کے لیے سعی کرتے۔ ان کا سارا علم محض لوگوں کی سنی سنائی باتوں تک محدود تھا۔ جو کچھ کسی نے بتا دیا۔ انہوں نے اسی پر اپنی رائے قائم کر دی۔ اس کے علاوہ انگریزوں کے دورِ حکومت میں متحدہ پنجاب کے اضلاع کے جو گزیٹر مرتب ہوئے ان میں قوم اعوان کے حسب و نسب سے

متعلق تحقیق کی بجائے قیاس آرائیوں سے کام لیا گیا ہے۔ بدیں وجہ اس قوم کے حسب و نسب سے متعلق مختلف اور متضاد نظریئے ہیں۔

۱۸۸۱ء کی مردم شماری کے دو ناظموں مسٹر تھامسن اور مسٹر ولسن کا خیال ہے کہ اعوان ہندی نسل ہیں اور جاٹ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ پہلے مغربی دروں سے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں داخل ہوئے اور وہاں سے شمال کی طرف پھیلے۔ جہاں یہ اب آباد ہیں۔ مسٹر برانڈرتھ انہیں یونانی النسل قرار دیتا ہے۔ اس کا خیال ہے اعوان پہلے بلخ اوکسس کے مضافات میں آباد تھے اور باختری یونانی قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ جب تاتاریوں نے اس علاقے پر حملے شروع کیے تو وہ ہرات میں آ گئے۔ وہاں سے بطور فاتح اپنے سرداروں کے ساتھ پنجاب میں داخل ہوئے اور جنجوعوں کو بے دخل کر کے خود ان کے علاقوں پر قابض ہو گئے اور وہیں اب تک آباد ہیں۔

جنرل کننگھم رقمطراز ہے:

"اعوان اور جنجوعے ایک ہی نسل سے ہیں اور عون کی اولاد ہیں یہ کوہستان نمک کی شمالی سطح مرتفع میں شروع سے آباد تھے جب دوسری صدی میں ستھین اقوام نے ہندوستان پر حملے کیے تو انہوں نے کوہستانِ نمک کی وادیوں میں پناہ لی جہاں وہ بابر کے حملے کے وقت موجود تھے۔ بابر اپنی تزک میں ان کا ذکر جود کے نام سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جود اور جنجوعہ ابتدا ہی سے کوہستانِ نمک اور دامنی میدان کے مالک رہے ہیں اور ان کے سرداروں کو ملک کہتے ہیں۔"

جنرل کننگھم اپنے نظریہ کی تائید میں کپور تھلہ کے اعوانوں کی یہ روایت پیش کرتا ہے کہ وہ پہلے

کوہستان نمک میں آباد تھے۔ جہاں سے وہ ایک بادشاہ کی فوج کے ہمراہ اس طرف آئے۔ اس کا خیال ہے کہ یہ بادشاہ بابر تھا۔

لیپل گرفن اور **ولسن** بھی اعوانوں کو ہندی النسل بتاتے ہیں ایک نظریہ یہ ہے کہ اعوان ایرانی النسل ہیں اور جب دارا گشتاسپ نے مغربی پنجاب کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا تو یہیں آباد ہو گئے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اعوان افغانی النسل ہیں اور پٹھانوں کے عہدِ حکومت میں کوہستان نمک کی زرخیز وادیوں پر قابض ہو کر یہاں آباد ہو گئے۔

مسٹر ریورٹی کا خیال ہے کہ اعوان کھڑ اور گکھڑ وہ بولی یا بدنی قبائل ہیں جنہیں سلطان بہرام نے ان کی سرکشی کی وجہ سے اپنے علاقہ سے نکال دیا۔ وہ دریائے سندھ کو عبور کر کے شمالی مغربی پنجاب میں آباد ہو گئے

پنڈت ہری کشن کول نے مردم شماری کی رپورٹ میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اعوان ہندی النسل ہیں اور طویل عرصہ سے اپنے موجودہ علاقوں میں آباد ہیں۔ عین سے اعوان کی کتابت غلط ہے۔ اصل میں یہ لفظ خالص سنسکرت کا لفظ آوان ہے جس کے معنی محافظ کے ہیں۔ چونکہ بیرونی حملوں سے انہوں نے اپنے علاقہ کی حفاظت کی اور بیرونی حملہ آور اقوام کو اپنے علاقہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ اس لیے ہندوؤں کے عہد میں انہیں آوان کہنے لگے۔ بعد میں مسلمانوں کے عہد میں حضرت قطب شاہ کی تبلیغ سے اسلام لائے۔ اور اپنے آپ کو قطب شاہی اعوان کہنے لگے۔

پروفیسر گلشن رائے لکھتا ہے:

"کہ پنجاب میں جو قبائل اپنے آپ کو اعوان کہتے ہیں وہ آوان ہیں اور ہندی النسل ہیں ان کے صفات اور خصائل پروفیسر صاحب کے خیال میں پرانے ہندوستانی جنگجو آدمیوں

کی طرح ہیں اور آوان کا لفظ اَون یا اَیُون سے مشتق ہے (CAST & TRIBES) (ذاتیں اور قبائل) کا مصنف اعوان یا آوان کو امان کی بگڑی ہوئی صورت خیال کرتا ہے اور اس سلسلہ میں دو روایتیں بیان کرتا ہے۔ جب زبیر حسن کے ساتھ جنگ پر روانہ ہوئے تو انہوں نے اپنی حاملہ بیوی کو حضرت زین العابدین رضہ کی امان میں چھوڑا اور اسی لیے ان کے لڑکے کی اولاد امان یا اعوان کہلاتی ہے۔ دوسری روایت یہ بیان کی ہے کہ قطب شاہ کے لڑکے کی اولاد نرینہ زندہ نہ رہتی تھی اور بچپن ہی میں فوت ہو جاتی تھی۔ ایک بزرگ نے انہیں کہا۔ اب کی بار جب لڑکا پیدا ہو تو اسے کمہار کی بھٹی میں بطور امانت رکھ دیں۔ انشاءاللہ وہ صحیح سلامت رہے گا اور صاحبِ اولاد ہو گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب بھٹی پک چکی اور برتن نکال لئے گئے۔ تو اندر سے بچہ صحیح سلامت برآمد ہوا۔ چونکہ وہ آگ میں خدا کی امان میں تھا اس لیے اس کی اولاد کو امان یا اعوان کہتے ہیں۔ کپورتھلہ کے اعوانوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ اعوان علوی نسل سے ہیں۔ جب بنوامیہ کے بعد بنی عباس نے خلافت پر قبضہ کیا۔ تو چونکہ ابتدا میں انہوں نے علویوں کی حمایت میں اقتدار حاصل کیا تھا اور علویوں کو اپنا رقیب سمجھتے تھے اور ان سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔ اسی لیے تخت حاصل کرنے کے بعد علویوں کے سخت دشمن ہو گئے اور بہت سے علوی عباسیوں کے مظالم سے بھاگ کر ہرات کے علاقہ میں چلے آئے۔ جب سبکتگین نے جے پال کے خلاف فوج کشی کی تو ان علویوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور سبکتگین نے انہیں اعوان کا خطاب دیا۔

اعوانوں کے حسب و نسب سے متعلق مختلف روایات درج کرنے کے بعد اعوان قوم کی اصل اور ابتداء سے متعلق تحقیق کرنے سے پہلے اس تمہید کو پیش رکھنا ضروری ہے کہ علم النسل کے ماہرین نے نوعِ انسان کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ سفید اقوام یا کاکیشی نسل جن میں یورپ، وسطی اور مغربی ایشیاء

اور شمالی افریقہ کے لوگ شامل ہیں۔ حبشی اقوام جو جنوبی اور وسطی افریقہ میں آباد ہیں اور زرد اقوام یا منگول نسل جن کا مسکن شمال مشرقی ایشیاء، شمالی امریکہ اور بحرالکاہل کے جزائر ہیں۔ یہ نسلیں نہ صرف ظاہری خدوخال اور رنگ میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بلکہ ان کے جسم کی اندرونی ساخت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ خصوصاً بالوں کی ساخت، جبڑے کی ہڈی کی بناوٹ، چہرے کی لمبائی، چوڑائی، پیشانی کے ابھار اور کھوپڑی کے تناسب میں نمایاں فرق ہے۔

یہ اختلافات کس طرح وجود میں آئے ہیں۔ اس سے بحث نہیں آیا یہ نسلی اختلافات ہیں یا ماحول کی پیداوار ہیں۔ یہ بحث بھی ہمارے موضوع سے خارج ہے لیکن علماء ارتقاء (EVOLUTION) اس پر اتفاق ہے کہ حیوانات کی کسی نوع کے فطری خصائص نسل بہ نسل منتقل ہوتے رہتے ہیں اور ایک نسل کو دوسری نسل سے تمیز کرنے میں ان سے کافی مدد ملتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک نسل کو دوسری نسل پر کوئی خاص فوقیت حاصل ہو بلکہ یہ صرف ایک حقیقت کا بیان ہے کہ یہ اختلافات پائے جاتے ہیں۔

قرآن کریم کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ :-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (پارہ ۲۶ - رکوع ۱۴)	اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ (ورنہ) اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے۔ جو تم میں بڑا پرہیزگار ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کے بعد اہلِ قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

الا کل مأثرۃ او دم او مال
یدعی فھو تحت قدمی
ھاتین .

خوب سن رکھو کہ فخر و ناز کا ہر سرمایہ
خون اور مال کا ہر دعویٰ آج میرے
ان قدموں کے نیچے ہے۔

یا معشر قریش ان اللہ
اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیہ
وتعظمھا الآباء ط

اے اہلِ قریش! اللہ نے تمہاری جاہلیت
کی نخوت اور باپ دادا کی بزرگی کے
ناز کو دور کر دیا۔

ایھا الناس کلکم من آدم
وآدم من تراب لا فخر لانساب
لا فخر للعربی علی
العجمی ولا العجمی علی العربی
ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

اے لوگو! تم سب آدم سے ہو ، اور آدم
مٹی سے تھے۔ نسب کے لیے کوئی فخر نہیں ہے
عربی کو عجمی پر ، عجمی کو عربی پر کوئی فخر
نہیں ہے۔ تم میں سب سے زیادہ معزز وہ
ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

تو اس سے مقصود معاشرتی امتیازات اور نسلی تفاخرات پر ضرب کاری لگانا تھا نہ کہ فطری اختلافات سے انکار تھا۔

کاکیشی نسل یا سفید اقوام کی دو بڑی شاخیں ہیں۔ سانولے یا سیاہ رنگ کی اقوام اور سفید یا گورے رنگ کی اقوام۔ پہلی شاخ کے لوگ زیادہ تر مغربی ایشیا، اور شمالی افریقہ میں آباد ہیں۔ سامی اقوام سے ہیں اور اکثر مسلمان ہیں۔ دوسری شاخ کے

لوگ زیادہ تر یورپ، وسطی ایشیا اور شمالی ہند میں آباد ہیں۔ آریائی اقوام سے ہیں اور مختلف المذاہب ہیں۔ آپ ایک عربی اور ایرانی کو دیکھ کر ہی بتا سکتے ہیں کہ دونوں اقوام عالم کے دو مختلف گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

اقوامِ عالم کے ان خصائل و شمائل بیان کرنے کے بعد ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا اعوان کاکیشی اقوام کی سامی نسل سے ہیں یا آریائی نسل سے۔ اور اگر سامی نسل سے ہیں تو سامی نسل کے کس خاندان اور اس کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔

کسی خاندان یا قبیلہ کی اصل ابتداء کے متعلق تحقیق کرنے کے لیے ہمارے پاس تین ذرائع ہیں علم النسل کی روشنی میں نسلی امتیازات۔ اس خاندان یا قبیلہ کی اپنی روایات اور تاریخی شہادت۔

علم النسل طبعی علوم کی طرح ایک یقینی سائنس کے درجہ کو ابھی نہیں پہنچا۔ یہ ایک نئی سائنس ہے اور اس پر تحقیقات شروع ہی ہوئی ہے۔ لیکن مختلف اقوام کے نسلی خصائص سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ اپنے گرد و پیش میں ہم اس کی کئی مثالیں دیکھتے ہیں بعض خاندان ہیں جو طویل عمر کے لیے مشہور ہیں اور ان میں طویل عمر کے اشخاص کی تعداد دوسرے خاندانوں کی نسبت زیادہ ہے ہم ایک خاندان کو جانتے ہیں کہ جن کے بال ساٹھ ستر سال کی عمر تک سفید نہیں ہوتے۔ بعض اقوام ہیں جو فوجی صفات میں مشہور ہیں اور فوجی خدمات کے قابل ہیں بعض ایسی ہیں کہ اہنسا ان کا دھرم ہے اور توپ اور بندوق کی آواز سن کر ان کا خون خشک ہو جاتا ہے وہ دن دور نہیں جب ایک سائنس دان کسی شخص کے خون اور بالوں کی ساخت سے ہی بتا دے گا کہ وہ کس نسل یا خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

جہاں تک علم النسل کی شہادت کا تعلق ہے۔ کاکیشی نسل کے سامی اور آریائی خاندانوں میں نہ صرف

رنگ کا فرق ہے بلکہ ان کے خدوخال اور جسم کی ساخت میں بھی فرق ہے اگرچہ یہ باریک امتیازات صرف ایک ماہرِ فن ہی دیکھ سکتا ہے۔ سامی اقوام کا چہرہ چوڑا ہوتا ہے۔ آریائی اقوام کا مقابلتاً گول اور لمبا ہوتا ہے سامی اقوام کی چھاتی کا ابھار آریائی اقوام کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ سامی اقوام میں شانہ کی ہڈی آریائی اقوام کے مقابلہ میں چپٹی ہوتی ہے اور سینچر سے اس کا زاویۂ اتصال زیادہ ہوتا ہے۔ سامی اقوام میں جبڑے کی ہڈی کا جھکاؤ آریائی اقوام کے مقابلہ میں کم ہے۔ اس کے علاوہ دونوں خاندانوں کے حلیوں کی ساخت میں بھی فرق ہے۔ اگرچہ یہ ایک فنی بحث ہے اور ایک ماہرِ فن ہی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ تاہم جب ہم خالص اعوان قوم کے افراد کا مقابلہ خالص آریائی اقوام کے افراد سے کرتے ہیں تو باوجود نسلوں کے غلط ملط ہونے کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اعوان سامی اقوام کے کسی خاندان سے ہیں۔ علم النسل کا دوسرا پہلو ثقافتی ہے۔ جس میں قوموں کے مخصوص خصائص اور رسم و رواج کا مقابلہ کرکے ان میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ عربوں کے چند مخصوص خصائل ہیں۔ اور جب ہم اعوانوں کے خصائل کا عربوں کے خصائل سے مقابلہ کرتے ہیں تو ان میں ایک نمایاں مشابہت پاتے ہیں۔

برِصغیر پاک و ہند کے نامور فاضل اجل علامہ سید سلیمان ندوی عربوں کے علم الانساب سے شغف سے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر تورات کو الگ کر دیا جائے تو دُنیا میں عرب ہی ایک ایسی قوم ہوگی۔ جس نے سلسلۂ نسل و انساب کو ایک فن بنا دیا۔ ایک عرب کے نزدیک میزانِ مفاخرت میں شرافتِ نسب سب سے گراں قدر ہے اس بنا پر عرب میں بچہ بچہ نسب کا یاد رکھنا ضروری سمجھتا تھا کہ اظہارِ فخر کے موقع پر اپنے کرم نسب کا ثبوت پیش کر سکے

شعرائے عرب کو اکثر قبائل کے سلسلۂ انساب کا محفوظ رکھنا اس لیے ضروری تھا کہ مدح و ہجو کے موقع پر اس کا ذکر کر سکیں۔ زمانۂ جاہلیت میں اور بعد اسلام بھی عرب میں بہت بڑے بڑے علمائے انساب گزرے ہیں۔ جو عرب کے تمام قبائل کے اور اکثر ہر قبیلہ کے مشاہیر کے نسب سے واقف تھے۔ تدوینِ علوم کے زمانہ میں یہ فن بھی مدون ہوا اور علمائے انساب نے اس پر متعدد تصنیفیں کیں۔ ابتدائے اسلام میں دغفل بکری لسان الحمرۃ، عبید بن شریہ اور بعد کو ابتدائی صدیوں میں ابن کوا، قرقبی، عوانہ بن حکم، ابوالیقظان، ہشام کلبی، محمد بن سائب کلبی، مدائنی، فاکہانی مصعب بن عبداللہ زبیری، زبیر بن بکار مصنف انساب قریش، طحمی، ابوعبیدہ ابن ہشام مصنف انساب حمیر و ملوکہا، مبرد اور ازرقی اور متاخرین میں بلاذری، سمعانی ابن حزم اور قلقشندی وغیرہ اس فن کے امام تھے۔"

(ارض القرآن جلد اوّل از علامہ سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۹ — ۲۰)

یہ واقعات اس امر کے سمجھنے میں ممد ہوتے ہیں کہ اپنے آبا و اجداد کو جاننا عربوں کا خاصہ ہے۔ قوم اعوان کا اپنے نسب ناموں سے دلچسپی لینا اس کے عربی نژاد ہونے کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہندوستانی اقوام کو سرے سے تاریخ اور اجداد سے بہت کم دلچسپی رہی ہے۔ اگرچہ اعوانوں نے ہندوستان میں آکر یہاں کے اثرات سے متاثر ہو کر اکثر ہندی رسوم کو اپنا لیا ہے لیکن پھر بھی بیشتر عربی صفات کے حامل ہیں۔ مثلاً بہادری، مہمان نوازی، زہد و تقویٰ، فوجی اسپرٹ۔ ان کی خصوصیات قومی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا سلطان حامد قادری سروری نے آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل ایک کتاب بنام "مناقبِ سلطانی" لکھی ہے۔ اس میں فاضل مؤلف اعوان قوم کے اخلاق و عادات سے متعلق اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اعوانوں کے قبیلوں میں اپنے ہاشمی اور علوی نسب کے خصائل اور فضائل کی بعض علامتیں اب تک پائی جاتی ہیں یعنی تمام مرد اور عورتیں سخی، بہادر، صاحبِ حیا، صاحبِ وفا، دیانت دار، امین، عہد کے پکے، بامروّت، مہمان نواز، خیرات و خرچ کرنے والے ہیں گویا اپنا گوشت پوست بھی مہمان اور مسکین کے لیے خرچ کر ڈالتے ہیں۔ اس علاقہ (اعوان قاری) میں دیانت داری اور پرہیزگاری کا بڑا چرچا ہے۔ حرام کا یہاں مطلق رواج نہیں۔ بدعتیوں اور بے دینوں کو اپنے ملک میں ٹھہرانا تو درکنار، داخل ہی نہیں ہونے دیتے بلکہ ان پر سختی کر کے جہاں تک ہو سکے ان سے توبہ کرتے ہیں حتیٰ کہ کوئی نشہ کرنے والا، رنڈیاں، ہیجڑے وغیرہ اب تک اس علاقے میں کوئی نہیں اور نہ رہنے پاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے مسجدوں، طالب علموں، قرآن مجید کے حافظوں اور مسافروں کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ ملکِ ہند میں اور کہیں نہیں کی جاتی۔ اس گئے گزرے آخری زمانے میں بھی اس علاقے میں ہزارہا آدمی صالح، متقی اور دیندار ہیں اور یہ مردم خیز علاقہ ہے۔ کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جس میں صاحبِ اثر و ہدایت اور صاحبِ احوال باطن آدمی نہ ہوں۔ ہزارہا آدمی حافظِ قرآن، شب بیدار اور تہجد خواں ہیں۔ ہر مسجد میں کلام اللہ شریف اور حدیث کا درس جاری رہتا ہے۔ ماہِ رمضان میں

دن کے وقت کھانا پینا ممکن نہیں۔"

(مناقبِ سلطانی ص ۷)

مندرجہ بالا اقتباس میں آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے اعوان قاری کی اخلاقی اور دینی حالت بیان کی گئی ہے لیکن آج کل بھی اس علاقہ میں دین سے جو والہانہ شیفتگی و فریفتگی پائی جاتی ہے اس کی مثال پاکستان کے کسی دوسرے علاقہ میں نہیں مل سکتی۔ مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب شمس آبادی اپنی مشہور تالیف "ضرورت القرآن" میں لکھتے ہیں کہ:-

"اب بھی حافظان کلام الٰہی بہت کثرت سے موجود ہیں۔ تحصیل خوشاب میں ایک علاقہ سون سکیسر واقع ہے۔ صرف اسی علاقہ میں حفاظ کی تعداد بیس ہزار تک پہنچتی ہے۔ اس علاقہ اور میانوالی وغیرہ میں عورتیں اب بھی قرآن کی حافظ موجود ہیں۔"

(ضرورت القرآن جلد دوم ص ۴۰۴)

مسٹر رابنسن لکھتے ہیں کہ:-

"اعوان کشادہ پیشانی و خوش خلق ہوتے ہیں۔ کینہ توز بھی ہوتے ہیں اور باہمی جھگڑوں کو مدتوں تک نہیں بھولتے اور بدلہ لے کر چھوڑتے ہیں۔ ان کی پارٹیاں جدا جدا ہیں۔ اپنی اپنی پارٹیوں سے متحد ہوتے ہیں۔ جثہ کے قوی اور کھلے اعضاء کے ہیں۔ زراعت میں جفاکش ہوتے ہیں۔ چوہدریوں سے بالکل علیحدہ ہیں۔"

مسٹر ریورٹی کی رائے ہے:

"شاہ پور اور جہلم کے اضلاع میں اعوان لڑکیوں کو حق وراثت دیتے ہیں۔ ان میں سرداری کا

رواج ہے (جس طرح عربوں میں قبیلہ کا شیخ ہوتا ہے) وہ اپنی لڑکیاں صرف اعوانوں کو ہی دیتے ہیں۔"

کمشنر مردم شماری ۱۸۸۱ء لکھتا ہے :

"اعوان کئی خاندانوں میں منقسم ہیں، ہر ایک خاندان کا نام مورثِ اعلیٰ کے نام پر ہوتا ہے (جس طرح عربوں میں بنی عوف، بنی بکر وغیرہ) کوہستان نمک اور متصلہ اضلاع میں انہیں کافی اہمیت حاصل ہے۔ فوج کے لیے بہترین سپاہی یہاں سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بہادر، اولوالعزم، مغرور ہیں لیکن پسندیدہ اخلاق رکھتے ہیں۔ وہ غیر معمولی طور پر سرکش، ضدی ہیں، ان کی بڑی خامی یہ ہے کہ کینہ توز ہیں اور پرانے جھگڑوں کو ہمیشہ تازہ رکھتے ہیں۔ عموماً وہ اپنی لڑکیاں غیر قوموں کو نہیں دیتے ہے"

ان نفسیاتی شہادتوں سے بھی اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اعوانوں کے اخلاق اپنے اردگرد کے دوسرے قبائل کے اخلاق سے مختلف ہیں۔ اور اپنی برائی اور خوبی میں عربوں کے خصائل سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ اعوانوں کی اپنی روایات بھی اس نتیجہ کی تصدیق کرتی ہیں۔

مسلمان مورخین جنھوں نے قوم اعوان کے سلسلہ نسب پر خامہ فرسائی کی ہے وہ اس قوم کو حضرت علی المرتضیٰ رض کی نسل بتاتے ہیں۔ پاکستان کے تمام اعوان اس بات پر متفق ہیں کہ وہ حضرت علی رض کی اولاد سے ہیں البتہ حضرت علی رض سے اپنا سلسلہ نسب ملانے میں ان میں اختلاف ہے۔ قوم کی بھاری اکثریت کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کا سلسلہ نسب حضرت علی رض کے فرزند حضرت امام محمد ابن حنفیہ رض کی وساطت سے حضرت علی رض تک پہنچتا ہے اور قوم کی قلیل تعداد کا دعوے ہے کہ ان کا سلسلہ نسب حضرت علی رض کے

فرزند حضرت عباس رض کے ذریعے حضرت علی رض تک پہنچتا ہے۔ لیکن جہاں تک ہمیں معلوم ہے کوئی اعوان زبیر رض یا عمر رض کی وساطت سے حضرت علی رض سے نسبت نہیں جوڑتا۔ زبیرؒ کے متعلق تو یہ بھی یقین نہیں کہ آیا حضرت علی رض کے اٹھارہ بیٹوں میں کوئی زبیر نامی بھی تھے۔ بہر حال یہ بھی یقینی ہے کہ حضرت علی رض کے صرف پانچ لڑکوں کی اولاد پھلی پھولی۔ امامین کی اولاد تو سید ہیں اور اعوانوں نے کبھی سید ہونے کا دعوٰے نہیں کیا۔ حضرت عمر بن علی رض کی اولاد کے متعلق کوئی ایسی تاریخی شہادت نہیں کہ وہ عرب سے باہر گئے ہوں اور ہندوستان یا ہرات میں آباد ہوئے ہوں۔ باقی حضرت محمد بن حنفیہ رض اور حضرت عباس رض رہ جاتے ہیں اور اعوانوں کا دعویٰ اتنا ہی ہے کہ وہ ان دو میں سے کسی ایک کی اولاد ہیں۔ بحث سمٹ سمٹا کر اس نقطہ پر پہنچ گئی ہے کہ اعوان حضرت محمد ابن حنفیہ رض یا حضرت عباس رض کی اولاد ہیں۔ اور یہاں ہم نے تاریخی شہادت سے فیصلہ کرنا ہے کہ ان دونوں دعووں میں سے کونسا مرجح ہے؟

جہاں تک اعوانوں کا حضرت عباسؓ کی نسل سے ہونے کا سوال ہے وہ بعید از حقیقت ہے کیونکہ ہندوستان میں حضرت عباسؓ کی نسل کے ورود کا ثبوت تاریخ میں نہیں ملتا جیسا کہ علامہ نجم الحسن کراروی لکھتے ہیں کہ :۔

"حضرت عباسؓ کی نسل مکہ، مدینہ، مصر، البصرہ، یمن، سمرقند، طبرستان، اردن، حائر، دمیاط، کوفہ، قم، شیراز، آمل، آذربائیجان، جرجان، مغرب وغیرہ میں پائی جاتی ہے آپ کی اولاد کو میرے نزدیک "سید علوی" کہنا چاہیے اور حضرت عباسؓ کی طرف "اعوان" کا انتساب کوئی اصل نہیں رکھتا۔"

(ذکر العباس از علامہ سید نجم الحسن کراروی صفحہ ۳۲۳)

علامہ نجم الحسن کراروی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ :۔

" بعض لوگ حضرت عباسؓ کی طرف " اعوان " کو منسوب کرتے ہیں ۔میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے ۔" ذکر العباس صفحہ ۵۴)

ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ اعوان حضرت عباسؓ کی اولاد سے نہیں ہیں ۔اس کے برعکس ہندوستان میں حضرت محمدؐ ابن حنفیہؒ کی نسل کے ورود کا ثبوت متعدد تاریخوں میں ملتا ہے اور قوم اعوان کے تمام پرانے خاندانی نسب ناموں سے پتہ چلتا ہے کہ اعوان حضرت محمد ابن حنفیہؒ کی اولاد ہیں ۔

ہماری تحقیق کے مطابق قوم کو اعوان کا خطاب سلطان محمود غزنوی نے دیا ۔اعوان اپنے موجودہ علاقوں میں برسرِ اقتدار بھی رہ چکے ہیں ۔لیکن بحیثیت بادشاہ کے نہیں بلکہ بحیثیت مقامی سرداروں کے ۔اعوان علوی النسل ہیں ۔تمام اعوان قطب شاہ کی اولاد ہیں ۔اور قطب شاہ حضرت محمد ابن حنفیہؒ کی اولاد سے ہیں ۔

۱۹۱۰ء میں لاہور میں قوم اعوان کے ایک " مہربان " حکیم غلام نبی امرتسری کو خیال آیا کہ قوم اعوان کی تاریخ سپردِ قلم کی جائے انہوں نے ایک صاحب مولوی نورالدین سے فرمائش کی ۔مولوی صاحب نے " زاد الاعوان " اور " باب الاعوان " کے نام سے دو کتابیں لکھ دیں ۔انہوں نے پنجاب کے مختلف اضلاع سے اعوان خاندان سے ان کے شجرہ ہائے نسب منگوائے ۔چنانچہ انہیں پچاس شجرہ جات موصول ہوئے ان تمام شجرہ جات میں متفقہ طور پر قوم اعوان کا سلسلۂ نسب حضرت محمد ابن حنفیہؒ کے واسطہ سے حضرت علیؓ تک پہنچتا تھا ۔لیکن حکیم غلام نبی صاحب

کو حضرت محمد بن حنفیہؒ کی نسبت حضرت عباس ابن علیؓ سے زیادہ عقیدت تھی ۔اس لئے انہوں نے مولوی نورالدین سے فرمائش کی کہ قوم اعوان کا مورثِ اعلیٰ حضرت عباس بن علیؓ کو قرار دیا جائے ۔مولوی صاحب " بینگن " کے نوکر تو تھے نہیں ۔انہوں نے انتہائی بددیانتی سے کام لیتے ہوئے قوم اعوان کے تمام پرانے شجرہ جات کو پس پشت ڈال دیا اور حکیم صاحب کی فرمائش پوری کرتے ہوئے نیا شجرہ نسب تصنیف کر ڈالا ۔اس سے بڑی علمی خیانت اور کیا ہو سکتی ہے کہ تمام قوم تو حضرت محمد ابن حنفیہؒ کو اپنا مورثِ اعلیٰ قرار دیتی ہے مگر حکیم صاحب کی خواہش پر حضرت عباس ابن علیؓ سے شجرہ ملا دیا جاتا ہے ۔مولوی صاحب نے تاریخی حقائق کو نظر انداز کر کے اعوان قوم پر بہت بڑا ظلم کیا ہے اور آج اگر وہ زندہ ہوتے تو قوم ان کا گریبان پکڑ کر پوچھتی کہ انہیں تاریخ سے مذاق کرنے کا حوصلہ کس نے دیا تھا ؛ مولوی صاحب موصوف کی علمی و قلمی بددیانتی یہیں تک ختم نہیں ہوتی ۔انتہا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ماخذ کے طور پر ایسی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں ۔(خود تصنیف کئے ہیں) جن کا صفحہ ہستی پر کہیں بھی وجود نہیں ۔دیدہ دلیری کی حد یہ ہے کہ اقتباس دیئے جا رہے ہیں ۔کتابوں کے نام دیئے جا رہے ہیں ۔مگر سب کچھ فرضی ہے ۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

مولوی نورالدین کی تصنیفات کے شائع ہونے کے بعد اعوان قوم سے متعلق وقتاً فوقتاً ملک کے اخبارات و رسائل میں جو مضامین شائع ہوتے رہے ان کا تمام تر ماخذ و منفذ مولوی نورالدین کی تصنیفات تھیں اس لئے انہوں نے مولوی نورالدین کی تحقیقات کو مُنَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ سمجھتے ہوئے اعوان قوم کو حضرت عباسؓ کی اولاد لکھ دینے

ہیں کوئی باک محسوس نہ کیا اور از خود تحقیق مزید کی زحمت گوارا نہ کی۔

رسالہ "الاعوان" لاہور میں ایک مضمون بہ عنوان "تاریخ قوم اعوان" بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے یہ مضمون دراصل مولوی نورالدین کی تصنیفات "زادالاعوان" اور "باب الاعوان" کا ملخص تیار کرکے لکھا گیا تھا۔

ذیل میں رسالہ "الاعوان" بابت مئی ۱۹۴۰ء سے ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

"بعض کتب میں مرقوم ہے کہ راس الملوک سلطان محمود غزنوی کے ساتھ علوی حنفی جہادِ ہند کو آئے تھے جن میں ایک سالار ساہو امیر تھا اور یہی امیر لاہور میں نائب السلطنت (وائسرائے) مقرر ہوا۔ اس کا بیٹا سید سالار مسعود غازی جہاد کرکے بھرائچ میں مدفون ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت امام حنیف کی اولاد سے تھے لیکن سید سالار مسعود غازی کی اولاد کے [illegible] مؤرخین خاموش ہیں ——— ہو سکتا ہے .... کہ وہ لاولد ہوں۔"

دوسری طرف حضرت عون بن یعلیٰ بغداد میں ۴۱۹ھ میں کتم عالم سے عالم ہست میں تشریف لاتے ہیں اور راس الملوک سلطان محمود بن امیر ناصر سبکتگین بادشاہ غزنی ۴۲۱ھ میں بعمر ۶۳ سال دادِ شجاعت دے کر راہی ملکِ عدم ہوتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سلطان محمود غزنوی کی وفات سے صرف ایک سال پہلے حضرت عون قطب شاہ قادری تولد ہوئے۔ لہٰذا یہ بات قرین قیاس نہیں کہ قطب شاہی اعوان سلطان محمود غزنوی کے ساتھ آئے ہوں۔ باقی رہا یہ امر کہ حنفی علوی غزنوی لشکر کے ساتھ آئے ہوں تو یہ بات ممکن الوقوع ہے۔"

مضمون نگار نے خود تو تحقیق کا دروازہ کھٹکھٹایا نہیں مولوی نورالدین کی عبارت کو ادنیٰ تغیر و تصرف کے ساتھ نقل کر دیا۔ اگر وہ خود تحقیق کی خفیف سی سعی بھی کرتے تو ان پر حقیقتِ مکتوم منکشف ہو جاتی۔ کیونکہ کتب تواریخ از قبیل "تاریخ علوی" اور "تاریخ حیدری" مؤلفہ مولوی حیدر علی اعوان لدھیانوی میں لکھا ہے کہ شاہ عطاء اللہ غازی کے تین بیٹے تھے۔

۱۔ میر ساہو
۲۔ میر قطب حیدر
۳۔ میر سیف الدین

میر ساہو کے بیٹے سید سالار مسعود غازی تھے۔ میر قطب شاہ سید سالار مسعود غازی کی اولاد سے نہیں بلکہ ان کے حقیقی چچا ہیں اور اعوان ان ہی کی اولاد سے ہیں رسالہ "الاعوان" کے متذکرہ مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق عون بن یعلیٰ بغدادی کا شریکِ جہاد ہند ہونا ثابت نہیں ہوتا جہاد ہند میں میر قطب شاہ شریک ہوئے۔

ہماری قوم صدیوں سے امام محمد بن حنفیہؒ کی اولاد کہلا رہی ہے اور اس میں کبھی کسی قسم کے شک و شبہ کا اظہار نہیں کیا گیا۔ پھر آج کے چند غیر محقق مؤرخین کا یہ مفروضہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ ہم حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہیں۔ قوم کا اتفاق اتنی قوی دلیل ہے جسے آج تک کسی مؤرخ نے رد نہیں کیا (آفتاب آمد دلیل آفتاب) بلکہ مؤرخین نے اسے اصل الاصول اور تاریخ نویسی کی بنیاد قرار دیا ہے اس کے تحت روایات و واقعات تلاش کئے جاتے ہیں نہ کہ قوم کو مجبور کیا جائے کہ وہ بنیاد سے دست بردار ہو جائے۔

مولوی نورالدین اور اس کے کچھ مقلدین کا کہنا ہے کہ قوم اعوان عون بن یعلیٰ کی اولاد ہے جو حضرت عباسؓ ابن علیؓ کی نسل سے تھا۔ اس صورت میں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سُلطان محمُود کے ساتھ قومِ اعوان نے جہادِ ہند میں شرکت کی۔ کیونکہ عون قطب شاہ، سُلطان محمُود کا معاصر نہیں تھا۔ اس طرح اعوانوں کو حضرت عباس بن علیؓ کی اولاد تسلیم کر لیا جائے تو جہادِ ہند میں شمُولیت کی اس روایت کی تکذیب ہوتی ہے جو صدیوں سے ابتدائے قوم میں سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے۔ اور جس پر اعوانوں کو بجا طور پر فخر و ناز ہے۔

اُمید ہے کہ قوم اعوان کے حسب و نسب سے متعلق جو تاریخی اُلجھنیں پیدا کی گئی ہیں اُنہیں سُلجھانے میں میری مندرجہ بالا تصریحات ممدّ و معاون ثابت ہوں گی۔

انکشافِ حقیقت

حقیقت آج تہِ خاک سے اُبھرتی ہے
زبانِ فریبِ مؤرّخ پہ طنز کرتی ہے

کسی عام موضوع پر قلم اٹھانا بھی خاصا مشکل کام ہے کیونکہ جب لکھنے والا قارئین کی معلُومات میں اضافہ نہ کر سکے تو خواہ مخواہ کی خامہ فرسائی کیوں ضروری سمجھی جائے مگر آج کل ایک اور ستم ظریفانہ روش چل نکلی ہے اور وہ یہ کہ تمام اور معمُولی اہلیت کے حامل لوگ بڑے بڑے علمی اور تحقیق طلب موضوعات پر لکھنے لگے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے۔ کہ موضوع کی عظمت سے مرعوب ہو کر قارئین ان کو بھی عظیم سمجھنے لگیں۔

دیانت دار صاحب قلم کا فرض ہوتا ہے کہ وہ جس موضوع پر قلم اٹھا رہا ہے اس کی تحقیق پہ زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرے۔ زیادہ مطالعہ کرے کم لکھے اور قارئین کو اپنی طرف سے صحیح ترین معلومات فراہم کرے۔ خاص طور پر تاریخ پر قلم اٹھانا تو انتہائی احتیاط کا متقضی ہے اس میں بہت وُسعتِ مطالعہ اور طویل تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ تہی مائگانِ علم و تحقیق بھی اِدھر اُدھر سے کچھ پڑھ کر دادِ تحقیق دینے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ بھی محقق شمار ہونے لگیں گے ؎

گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا ؎ یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا

میں کچھ عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ قوم اعوان کی تاریخ کے موضوع پر بھی ایسے ہی پرخود غلط قسم کے لوگ مضامین لکھ رہے ہیں جنہوں نے اس موضوع پر کبھی کوئی محنت نہیں کی۔ اس طرح تاریخ کے ساتھ مذاق کیا جارہا ہے اور قوم اعوان کے ساتھ سنگدلانہ ناانصافی روا رکھی جارہی ہے۔

اگر خود ستائی پر محمول نہ کیا جائے بلکہ ایک حقیقت کا اظہار تصور کیا جائے تو میں اپنے متعلق یہ ضرور بیان کروں گا کہ "تاریخ اعوان" کے موضوع پر میں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ صرف کیا ہے اور میرے وسیع مطالعہ کے نتائج مبتدیانہ نہیں محققانہ ہیں اسے بے جا تعلّی اور تکبر نہ سمجھا جائے کیونکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سب کچھ محض تائید ایزدی ہے اس ذات کبریا کی بارگاہ سے توفیق ارزانی نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔ میں نے اس موضوع کی وادیٔ پرخار کے ایک ایک کانٹے کے منہ میں قلب و جگر کا خون نچوڑا ہے اور خدائے قدوس کے فضل سے مستقبل کے مؤرخین کے لئے راستہ کے بہت سے کانٹے صاف کردیئے ہیں

دُعادیں گے مرے بعد آنے والے مری وحشت کو
بہت کانٹے نکل آئے ہیں میرے ساتھ منزل کے

میں خوش قسمتی سے قوم اعوان کے اس خانوادہ کا فرد ہوں جس کو شروع سے قوم اعوان کی سیادت و قیادت حاصل رہی ہے اور میری جائے پیدائش وہ قصبہ (کالاباغ) ہے جس کو برصغیر میں قوم اعوان کی اوّلین اقامت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب اس عالم آب و گل

میں میری آنکھیں کھلیں تو اپنے آپ کو ایک علمی گھرانے کی آغوش میں پایا۔ میرے تایا مرحوم صاحب تصنیف تو نہ تھے۔ لیکن اردو فارسی میں اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے تھے اور کتب بینی کا بے پناہ اشتیاق رکھتے تھے انہوں نے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لئے اپنے پاس اچھا خاصا علمی، ادبی اور تاریخی لٹریچر جمع کررکھا تھا۔ ان کے ہاں روزنامہ زمیندار لاہور، ماہنامہ صوفی پنڈی بہاؤالدین، ماہنامہ نظام المشائخ دہلی باقاعدگی سے آتے تھے۔ مجھے ان کی ورق گردانی کا موقع ملتا رہتا تھا اس لئے مجھے بچپن ہی سے اخبارات و رسائل کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔

میرے تایا کی اولاد کوئی نہیں تھی اس لئے انہوں نے مجھے منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اور مجھ پر انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ تایا مرحوم جب کبھی مذہبی یا سیاسی جلسہ میں شامل ہونے کے لئے جاتے تھے تو اکثر اوقات مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ عرصہ کی بات ہے اس وقت میری عمر بمشکل بارہ تیرہ برس کی ہوگی کہ ایک دن تایا مرحوم مجھے اپنے ہمراہ کالاباغ میں نواب صاحب مرحوم کی دریا کے کنارے والی کوٹھی میں لے گئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ کالاباغ کی تمام اعوان برادری موجود ہے اور باہر سے آنے والے مندوبین کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ جب بہت سے لوگ جمع ہوچکے تو جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے مندوبین کا باہمی تعارف شروع ہوا۔ مندوبین میں دو ایسے نام سننے میں آئے جن سے میں قبل ازیں واقف تھا۔ ایک نام ملک محمد دین ایڈیٹر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین کا تھا اور دوسرا نام مولانا گل شیر علیہ الرحمۃ کا تھا۔ میں ملک محمد دین کے نام سے اس لئے واقف تھا کہ میرے تایا مرحوم کے ہاں رسالہ صوفی آتا تھا

مجھے اس کے دیکھنے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ رسالہ کے سرورق پر ایڈیٹر کے لفظ کے نیچے ایڈیٹر کا نام (ملک محمد دین) لکھا ہوا تھا۔ یہ نام میری نظروں سے بیسیوں دفعہ گزر چکا تھا۔ دوسرا نام مولانا گلُ شیر کا تھا۔ مولانا گلُ شیر مرحوم اکثر ہمارے قصبہ میں وعظ فرمانے کے لئے آیا کرتے تھے میں اپنے تایا کے ہمراہ ان کا وعظ سننے جاتا تھا۔ مرحوم بڑے اچھے واعظ تھے۔ خوش آواز تھے۔ گلے میں بلا کا رس تھا۔ ہاں تو میں ذکر کر رہا تھا کالا باغ میں نواب صاحب کی کوٹھی میں جلسہ کا۔ اس جلسہ میں دھوّاں دھار تقریریں ہوئیں۔ میں صغیر سنی کے باعث تقریروں کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھا۔ صرف اتنا یاد ہے کہ مقررین نے اپنی تقریروں میں قوم اعوان کو اتفاق کی دعوت دی۔ اس جلسہ میں ایک کتاب بنام "تاریخ حیدری" موازی بارہ آنے میں فروخت ہوئی۔ میرے تایا مرحوم نے اس کتاب کی ایک جلد خریدی تھی۔ میں اس وقت تو اس کتاب کے موضوع اور اس کی اہمیت و افادیت سے نابلد تھا۔ جب عمر اور تعلیم بڑھی تب معلوم ہوا کہ یہ قوم اعوان کی تاریخ ہے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ نواب صاحب کی کوٹھی میں جو اجتماع تھا۔ اس اجتماع میں اعوان کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اور اس کا صدر قوم اعوان کے چیف نواب ملک امیر محمد خان صاحب مرحوم کو منتخب کیا گیا۔ ملک محمد دین ایڈیٹر رسالہ صوفی کی زیرادارت منڈی بہاؤالدین سے ایک سہ ماہی رسالہ بنام اعوان کے اجراء کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ رسالہ اعوان کا اجراء عمل میں لایا گیا۔ اس تاریخی اجتماع کے باب میں جناب منظور حسین منظور نے ایک نظم لکھی تھی جو رسالہ اعوان بابت ماہ جولائی لغایت ستمبر ۴۲ ۱۹ء میں چھپی تھی۔ اس نظم سے

چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ؎

بعد جوشِ طرب اعوان نے مژدہ سنایا تھا
کہ کالا باغ سے بوئے گلِ اُمید آئی ہے
یا اظہارِ وفا سارے مخیّر قوم اعوان کے !
کئی کوسوں سے واں قومی حمیّت کھینچ لائی ہے
ہوئی ہے شان سے اِک انجمن قائم بزرگوں کی !
کہ جس کا کام ہم بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی ہے
مبارک عزم ٹھانے ان بزرگوں، دردمندوں نے !
عجب انداز سے بزمِ محبّت آ سجائی ہے
کیا ہے بر سرِ اجلاس یوں اظہارِ ہمدردی !
کہ تصویرِ اخوّت کھینچ کر سب کو دکھائی ہے
اِدھر درسِ اخوّت کی سُنا کر خوب تفسیریں
اُدھر ایثار کی تشریح بھی سب کو سُنائی ہے
فوائدِ علم کے واضح کئے ہیں اہلِ محفل پر
جہالت کی بلا سے قوم کو نفرت دلائی ہے
بتایا ہے: "ہماری ذلّت و تخریب کا باعث
ہماری قوم کی تعلیم سے بے اعتنائی ہے"

کہا ہے ۔" قوم کا طرزِ تمدن وحشیانہ ہے

کبھی کوئی تنازعہ ہے، کبھی کوئی لڑائی ہے"

رسالہ اعوان ہر تیسرے مہینے میرے تایا مرحوم کے ہاں آتا تھا۔ جب تک یہ رسالہ شائع ہوتا رہا۔ ہمارے ہاں آتا رہا۔ مجھے بھی اس کے مطالعہ کا موقع ملتا رہا۔ میرے تایا مرحوم کے کتب خانہ میں قوم اعوان کی تاریخ سے متعلق حسب ذیل کتب موجود تھیں۔

۱. تاریخ علوی
۲. زاد للاعوان
۳. باب الاعوان
۴. انوار الاعوان
۵. مراۃ مسعودی
۶. تاریخ حیدری

تایا مرحوم نے میری تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ علمی، ادبی، دینی اور تاریخی کتابوں کا مطالعہ میرے لمحات فرصت کا مشغلہ بن گیا۔ یہ تایا مرحوم کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ میرے ہاں کتابوں کا ایک گراں مایہ ذخیرہ موجود ہے۔ مجھے کتابوں کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ لکھنے کا بھی شوق پیدا ہو گیا۔ ابھی میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا کہ میرے مضامین میانوالی کے ہفت روزہ "شان" میں چھپنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد میرے مضامین ملک کے وقیع جرائد و رسائل میں چھپنے شروع

ہو گئے۔ اس کے بعد کئی کتابیں بھی لکھ ڈالیں ایک وقت وہ بھی آیا کہ اپنی قوم کی ایک مختصر لیکن جامع تاریخ بنام "تاریخ الاعوان" لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ رسالہ الاعوان کے دورِ اوّل سے لیکر اس وقت دَورِ چہارم تک اس کا خریدار چلا آرہا ہوں۔ رسالہ الاعوان کے دورِ دوم میں اس کا مدیر اعزازی بھی رہا ہوں۔ اعوان کانفرنس سے لے کر موجودہ انجمن اعوان پاکستان کا عہدیدار بھی چلا آرہا ہوں۔

اپنے متعلق ان تعارفی سطور کے سپردِ قلم کرنے سے میرا مطمع نظر تعلّی نہیں ہے۔ بلکہ تحدیثِ نعمت کے طور پر اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ قوم اعوان کی تنظیم و تعمیر سے میرا تعلق نہ نیا ہے نہ رسمی ہے نہ وقتی ہے نہ جذباتی نہ حادثاتی ہے بلکہ پیدائشی ہے میں اس تعلق کو حاصل زندگی سمجھتا ہوں اور اس پر بجا طور پر فخر کرنے میں حق بجانب ہوں کہ قسام ازل نے مجھے اپنی قوم کی خدمت کا جذبہ روزِ ازل سے ودیعت کیا ہے اس تمہید کے بعد میں اپنے موضوع سے متعلق چند حقائق و واقعات پیش کرتا ہوں۔

جب میں نے قوم اعوان کی تاریخ لکھی تو اس وقت مجھے تاریخ زاد الاعوان اور تاریخ باب الاعوان کے مصنف مولوی نورالدین کے صرف نظریہ سے اختلاف تھا۔ لیکن مجھے مولوی صاحب کی تصنیفی جات کا علم نہیں تھا۔ میں نے مولوی صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی تصنیف تاریخ الاعوان میں ایک مقام پر مولوی صاحب کے بیان کردہ مآخذ میں سے ایک کتاب تاریخ میزان قطبی کا ایک اقتباس نقل کر دیا تھا۔ میں نے تاریخ الاعوان میں مولوی نورالدین سے اختلاف اس وجہ سے کیا تھا کہ مولوی صاحب کا نظریہ میرے خاندانی شجرہ جات اور قلمی تاریخی دستاویزات سے بالکل برعکس تھا

میں اپنے خاندانی شجرہ جات کو غلط نہیں سمجھ سکتا تھا۔ کیونکہ ہمارے خاندان کے پاس نسلاً بعد نسل جو تاریخی مواد چلا آرہا ہے وہ ہر لحاظ سے مستند ہے۔ اعوانوں کے تمام دوسرے خاندان اپنے شجروں کی صحت ہمارے شجروں کی روشنی میں کرتے چلے آئے ہیں۔ کیونکہ شروع ہی سے قوم کی قیادت کا شرف ہمارے خاندان کو حاصل رہا ہے۔ میں مولوی نورالدین کی تحقیقات کو دیکھ کر حیران ہوتا تھا اور سوچتا تھا کہ ایک غیر نسل کے فرد نے یہ نظریہ کیسے قائم کیا ہے جو ہمارے سینکڑوں سالوں کے مستند خاندانی شجرہ جات و روایات سے مختلف ہے اس پر طرہ یہ کہ مولوی نورالدین نے اپنے نظریہ کی تائید میں ایسی کتابوں کے حوالہ جات درج کئے ہیں۔ جن کا نام بھی قبل ازیں کسی اہل علم نے نہیں سنا۔ چنانچہ میں نے بڑے غور و فکر کے بعد مولوی نورالدین کی تحقیق کے ماخذ (خلاصۃ الانساب، میزان قطبی، میزان ہاشمی) کے خود مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ اصل کتابوں کو دیکھ کر کسی نتیجہ تک پہنچ سکوں۔ اس لئے میں نے پہلے اپنے قرب و جوار کے کتب خانوں میں ان کتابوں کو تلاش کیا۔ لیکن دستیاب نہ ہوئیں۔ پھر میں نے برصغیر پاک و ہند کے متعدد اکابر اہل علم سے بذریعہ خط و کتابت ان کتابوں کے بارے دریافت کیا۔ لیکن ہر طرف سے یہی جواب موصول ہوا کہ ہم نے آج تک ان کتابوں کا نام بھی نہیں سنا۔ پھر میں نے برصغیر پاک و ہند کے مندرجہ ذیل کتب خانوں کے ناظموں سے بذریعہ خط و کتابت ان کتابوں کے متعلق دریافت کیا:۔

کتب خانہ رامپور، خدا بخش لائبریری پٹنہ، کتب خانہ علی گڑھ یونیورسٹی، قومی کتب خانہ کراچی، کتب خانہ لواری شریف ضلع حیدرآباد (سندھ)۔ کتب خانہ۔ پیر راشدی (پیر

جھنڈو شریف) واقع ضلع حیدرآباد۔ کتب خانہ خواجہ محمد حسن جان فاروقی مجددی ٹنڈو سائینداد کتب خانہ میر نور محمد ٹنڈو میر نور محمد۔ کتب خانہ شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ (حیدرآباد محلہ ٹنڈو ٹھوڑو) کتب خانہ سندھ یونیورسٹی۔ کتب خانہ مخادیم کھوڑا ضلع خیرپور۔ کتب خانہ جامع راشدیہ پیر گوٹھ ضلع خیرپور۔ کتب خانہ مخادیم سیوہن۔ کتب خانہ فضل اللہ ضلع دادو۔ کتب خانہ مولانا محمد یٰسین گڑھی یٰسین ضلع سکھر۔ کتب خانہ پیر غلام مجدد سرہندی مٹیاری ضلع حیدرآباد۔ کتب خانہ مولانا غلام حیدر ہالا زیر نگرانی مولانا مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ۔ کتب خانہ دارالعلوم اشرفیہ ٹنڈو الہ یار۔ کتب خانہ اورینٹل کالج حیدرآباد۔ کتب خانہ شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج ڈیپر۔ کتب خانہ دارالعلوم قاسمیہ میرپور۔ کتب خانہ مدرسہ مدینۃ العلوم بھینڈو۔ کتب خانہ اوچ شریف۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور۔ دیال سنگھ لائبریری لاہور۔ کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور۔ سنٹرل لائبریری بہاول پور۔ کراچی یونیورسٹی لائبریری ہسٹاریکل سوسائٹی لائبریری کراچی۔ کتب خانہ واں بیانہ شریف ضلع سرگودھا۔ لیاقت لائبریری کراچی۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس لائبریری کراچی۔ کتب خانہ پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی۔ کتب خانہ سید محمد حیدری کراچی۔ کتب خانہ مدرسہ عربیہ مظہر العلوم کراچی۔ مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ کا ذخیرہ مخطوطات۔ مبارک اردو لائبریری محمد آباد (سنجر پور)، کتب خانہ حضرت شیخ الجامع بہاولپور۔ کتب خانہ حزب الاحناف لاہور۔ کتب خانہ پیر غلام دستگیر نامی لاہور۔ کتب خانہ حزب الانصار بھیرہ۔ کتب خانہ خانقاہ سراجیہ کندیاں۔ کتب خانہ مکھڈ شریف۔ کتب خانہ گولڑہ شریف۔ کتب خانہ میرا شریف۔ کتب خانہ گڑھی افغاناں۔ کتب خانہ ترگ۔ کتب خانہ مولوی محمد شفیع

28

مرحوم لاہور۔ کتب خانہ مولانا غلام رسول مہر لاہور۔ کتب خانہ احسان دانش لاہور لیکن ان کتب خانوں سے ان کتابوں کا سراغ نہ ملا۔

پھر میں نے عربی اور فارسی کتب کی بیسیوں مطبوعہ وغیر مطبوعہ فہرستیں کھنگال ڈالیں لیکن کسی فہرست میں ان کتابوں کا نام نظر نہ آیا۔ آخر الفہرست از ابن ندیم ۳۸۵ھ معجم الادبا از ابو عبداللہ یاقوت حمودی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ۔ کشف الظنون مصنفہ مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ وکاتب چلپی متوفی ۱۰۶۷ھ۔ ریحانۃ الادب فی التراجم المعروفین بالکنی واللقب از مرزا محمد علی تبریزی۔ الدیباج المذہب از قاضی القضاۃ برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون۔ تاج التراجم از شیخ ابی العدل زین الدین قاسم بن تطلوبغا۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ از مولانا عبدالحی لکھنوی۔ الدرالکامنہ از علامہ حجر عسقلانی۔ المنتظم از ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن الجوزی۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ از علامہ جلال الدین سیوطی۔ العبر فی خبر من غبر از مورخ اسلام حافظ ذہبی۔ تہذیب التہذیب از علامہ ابن حجر عسقلانی۔ تذکرۃ الحفاظ از امام شمس الدین معروف علامہ ذہبی۔ الضوء اللامع اخبار القرآن التاسع از شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی البدر الطالع از محمد بن علی المعروف علامہ شوکانی۔ طبقات کبریٰ از قاضی عبدالوہاب بن السبکی۔ النور السافر از عبدالقادر العیدروسی۔ حدائق حنفیہ از مولانا فقیر محمد جہلمی۔ وفیات الاعیان از قاضی بن خلکان۔ عقود الجواہر از جمیل بیگ ناظم معارف بیروت تذکرۃ النوادر (مختلف موضوعات پر نادر و نایاب کتابوں کی فہرست شائع کردہ دائرۃ المعارف حیدرآباد۔) ضمنی فہرست اسلامی مخطوطات کیمرج یونیورسٹی۔ مفتاح الکنوز الخفیہ بانکی پور مطبوعہ ۱۹۱۸ء قاموس الکتب

شائع کردہ انجمن ترقی اردو۔ فہرست مخطوطات دارالکتب الظاہریہ دمشق۔ انڈیا آفس لائبریری کی فہرست متعلقہ اسلامیات مطبوعہ ۱۹۳۰ء تک کتابوں اور مصنفین کے تذکروں کی ورق گردانی کی لیکن خلاصۃ الانساب، میزان ہاشمی اور میزان قطبی کا کہیں ذکر نہ ملا۔

آخر ایک فاضل دوست کے مشورے پر علم الانساب کے بہت بڑے ماہر اور ملک کے نامور محقق و مؤرخ حضرت پیر غلام دستگیر صاحب نامی کی خدمت میں بمقام لاہور، محلہ چہل بیبیاں حاضر ہوا۔ اور ان سے تمام ماجرا بیان کیا۔ نامی صاحب نے میری داستان سننے کے بعد فرمایا کہ اچھا ہوا کہ تم میرے ہاں آگئے۔ میں تم کو ان کتابوں کی تمام حقیقت بتاؤں گا۔ اگر تم میرے پاس نہ آتے تو تم پر ان کتابوں کی حقیقت منکشف نہ ہوتی اور تم ساری عمر ان کتابوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ نامی صاحب نے فرمایا کہ زاد الاعوان اور باب الاعوان حسن صاحب کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھیں ان کی اقامت موچی دروازہ میں تھی۔ انہوں نے اپنی ذاتی پسند کے پیش نظر ان کتابوں میں قوم اعوان کو حضرت محمد بن حنفیہؓ کی بجائے حضرت عباسؓ کی نسل سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جب باب الاعوان شائع ہوئی تو انہوں نے مجھے اس کی ایک جلد بطور تحفہ دی تھی چونکہ مجھے تاریخ اقوام اور علم الانساب سے غیر معمولی دلچسپی ہے۔ اس لئے میں نے اس کتاب کا شوق سے مطالعہ کیا۔ اگرچہ میں ایک لٹریری آدمی ہوں لیکن باوجود وسعتِ مطالعہ کے میں نے مولوی نورالدین کی اس تصنیف میں حوالہ کی کتابوں کا نام پہلی بار پڑھا۔ مجھے ان کتابوں کے مطالعہ کا اشتیاق پیدا ہوا۔ میں نے ان کتابوں کی تلاش و جستجو میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لیکن یہ کتابیں کہیں سے بھی دستیاب نہ ہوئیں آخر ہر طرف سے ناکام ہو کر میں نے باب الاعوان کے مصنف

کو براہِ راست ان کے گھر کے پتہ (کفری تحصیل خوشاب۔ ضلع شاہ پور) پر خط لکھا کہ آپ سے ملاقات کا شوق ہے اگر آپ کبھی لاہور تشریف لائیں تو مجھے ازراہِ کرم ملاقات سے نوازیں۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے لکھا کہ میں غائبانہ طور پر آپ کو جانتا ہوں۔ آپ جیسے علم دوست انسان سے مل کر مجھے مسرت حاصل ہو گی۔ میں جب بھی لاہور آؤں گا۔ تو آپ سے ضرور ملوں گا۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی صاحب میرے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ ذرا سی دیر میں گھل مل گئے۔ بڑے باغ و بہار انسان تھے۔ میں نے اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد ان سے کہا کہ آپ نے اپنی تصانیف میں میزان قطبی، میزان ہاشمی۔ اور خلاصۃ الانساب کا جو ذکر کیا ہے اس سے مجھے ان کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ آپ ازراہِ کرم مجھے بتائیں کہاں سے دستیاب ہوں گی۔ مولوی صاحب نے میری یہ بات سُن کر زور سے قہقہہ لگایا اور یہ شعر پڑھنے لگے

اے کہ ایں سر کتب بہ جہاں مے طلبی

آں قدر باش کہ عنقا ز سفر باز آید

مولوی صاحب نے کہا ہم مزدور لوگ ہیں مالک مکان جو نقشہ تجویز کر دے ہم اس کے مطابق مکان تعمیر کر دیں گے۔ جس صاحب نے ہم سے یہ کتاب لکھوائی ہے انہیں حضرت عباس بن علیؓ سے بے پناہ عقیدت ہے۔ ان کی یہ زبردست خواہش تھی کہ ہم قوم اعوان کا شجرۂ نسب حضرت محمد ابن حنفیہؒ کی بجائے حضرت عباسؓ سے ملا دیں۔ چنانچہ ہم نے ان کی خواہش کو پُورا کر دیا۔ ہمیں اس سلسلے میں حوالہ کی کتابوں کے نام اور اقتباسات خود وضع کرنے پڑے۔ قوم اعوان کی مسلمہ تاریخی روایات کو رد کرنا اور ان کی جگہ اپنی طبع زاد روایات کو تسلیم کرانا کوئی معمولی

کام نہیں تھا۔ ہم نے بڑی محنت کے بعد یہ کام انجام دیا ہے۔ پیر غلام دستگیر صاحب نامی نے مولوی نورالدین کے ان ارشادات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ مولوی نورالدین نے اپنے دنیوی اغراض کی خاطر قوم اعوان کے شجرۂ نسب میں تحریف و تلبیس سے کام لے کر قوم اعوان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں حضرت نامی صاحب سے یہ سنسنی خیز انکشاف سُن کر محوِ حیرت ہو گیا اور سوچنے لگا۔ کہ مولوی نورالدین نے ذاتی مفاد کے پیشِ نظر قوم اعوان میں نظریاتی اختلاف پیدا کر کے قوم اعوان کو نقصانِ عظیم پہنچایا ہے۔ مولوی نورالدین کے کذب و افترا سے واقفانِ حال کے بغیر اور کوئی کون واقف ہو سکتا ہے۔ نامی صاحب کے لئے بے ساختہ میرے دل کی گہرائیوں سے یہ دُعا نکلتی ہے۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو تیرا

نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

کیونکہ نامی صاحب نے مجھے نورالدین کی بھول بھلیوں سے نکالنے کے لئے خضرِ راہ کا کام کیا ہے اگر مجھے ان کی راہنمائی میسر نہ آتی تو میں بھی دُوسرے لوگوں کی طرح مولوی نورالدین کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا پھرتا۔

آج کل کے متعدد نو آموز مضمون نگار جنہیں آج تک اردو زبان میں قوم اعوان کی پہلی مطبوعہ تاریخ بنام "تاریخ علوی" مؤلفہ مولوی حیدر علی لدھیانوی کے مطالعہ کا شرف بھی حاصل نہیں ہو سکا انہیں کیا معلوم کہ مولوی نورالدین کی تخلیقات کا پسِ منظر کیا ہے وہ تو مولوی نورالدین کے بیان کردہ مآخذ کے نام دیکھ کر مرعوب ہو جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مولوی نورالدین نے بحرِ تحقیق

میں غوطہ لگانے کے بعد بیش بہا جواہرات قوم کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ کتابوں کے خودساختہ نام اوران سے منسوب خودساختہ عبارات کا لکھ دینا کونسا مشکل کام ہے۔ مثلاً کچھ خودساختہ عبارات ان کتابوں کی طرف منسوب کر دی جائیں جن کے خودساختہ نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مراۃ الانساب مطبوعہ مصر صفحہ 215

۲۔ بحرالانساب مطبوعہ بیروت صفحہ ۳۵۷

۳۔ سفینہ اقوام عالم مطبوعہ طہران صفحہ ۲۹۶

۴۔ تذکرۃ الاقوام مطبوعہ نول کشور لکھنؤ صفحہ ۴۷۶

۵۔ قصص الاقوام مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۸۷

تو ہمارے نوآموز مضمون نگاران کتابوں کو مستند تصور کرتے ہوئے ان کے حوالہ جات اپنی تائید میں پیش کرتے پھریں گے۔ خود ان کتابوں کو دیکھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ صرف یہی کہیں گے کہ آج کل یہ کتابیں کمیاب ہیں۔ اگر انہیں یہ کہا جائے گا کہ یہ کمیاب نہیں بلکہ صفحۂ ہستی پر ان کا وجود ہی نہیں تو فوراً کہیں گے۔ کہ ان کتابوں کا حوالہ دینے والے کو کیا پڑی تھی کہ خودساختہ عبارات لکھتا اور پھر کتابوں کے خودساختہ نام لکھتا۔ بلکہ یہی کیفیت زاد الاعوان اور باب الاعوان کے مداحوں کی ہے۔ یہ فریب خوردہ مداح اس حسنِ ظن میں مبتلا ہیں کہ مولوی نورالدین کے ماٰخذ کا واقعی وجود ہوگا۔ ورنہ مولوی نورالدین کو کیا پڑی تھی کہ وہ قوم کے ساتھ ایسا فریب کرتے۔ میں نے اس مضمون میں نوآموز مضمون نگاروں کو سربستہ رازوں سے آگاہ کرنے کے لئے مولوی نورالدین کے فریب کو آشکارا کیا ہے۔ اب انہیں چاہیئے کہ وہ خوش فہمیوں سے نکل کر حقیقت پسندی کی روش اختیار کریں۔

میں تحقیق عمیق کے بعد بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ مولوی نورالدین کے بیان کردہ ماخذ کا کوئی وجود نہیں۔ اگر کسی صاحب کو میری اس رائے سے اتفاق نہ ہو تو وہ مولوی نورالدین کے ماخذ کو تلاش کرکے نتیجہ دیکھ لیں۔ کسی مخصوص مصلحت کے پیش نظر قوم اعوان کے شجرہ میں تحریف وتلبیس کے لئے ایک گہری سازش کی گئی ہے۔ اوراس سازش کو بے نقاب کرنے کی سعادت اوّلین مجھے حاصل ہوئی ہے۔

باب الاعوان کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ کہ اس کتاب کی اشاعت سے قبل اس کتاب کے ناشر نے متعدد پنجاب کے اطراف وجوانب سے قوم اعوان کے پچاس نسب نامے منگوائے تھے لیکن ان نسب ناموں میں ایک نسب نامہ بھی ایسا نہیں تھا جو حضرت عباسؓ کے ذریعے حضرت علیؓ تک پہنچتا۔ مگر مولوی نورالدین نے ناشر کی فرمائش کے مطابق قوم اعوان کو حضرت عباسؓ کی نسل لکھ دیا۔

مزید ستم ظریفی ملاحظہ فرمایئے۔ وہ یہ کہ مولوی نورالدین کی تصانیف کے شائع ہونے کے بعد قوم اعوان سے متعلق ملک کے اخبارات ورسائل میں جو مضامین چھپتے رہے ہیں۔ یا کتابچے شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان تمام کا ماخذ مولوی نورالدین کی تصانیف ہیں۔ آج کل کے سہل انگار محققین نے مولوی نورالدین کی تحقیقات کو صحیفۂ آسمانی سمجھتے ہوئے انہیں اپنا ماخذ بنا لیا ہے۔ اور خود تحقیق کی زحمت گوارا نہیں کی۔ حالانکہ مولوی نورالدین کی تصانیف تاریخی غلط بیانیوں اور متضاد کہانیوں کا مرقع ہیں۔ یہ ایک علیحدہ موضوع ہے اسے کسی اور فرصت کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قوم اعوان کے اکثر خاندانوں کے پاس قدیمی شجرہ ہائے نسب محفوظ ہیں۔ ان میں ایک بھی حضرت عباسؓ کے ذریعے حضرت علیؓ تک نہیں پہنچتا ہے۔ اگر کسی خاندان کا شجرۂ نسب حضرت عباسؓ کے ذریعے حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے تو وہ باب الاعوان کی اشاعت سے قبل کا نہیں۔ بلکہ باب الاعوان کی اشاعت سے بعد ہی ترتیب دیا گیا ہے۔ کیونکہ باب الاعوان کی اشاعت سے قبل قوم اعوان کا حضرت عباسؓ کی نسل سے ہونے کا نظریہ عالم وجود میں نہیں آیا تھا۔ یہ مولوی نورالدین کی کرم نوازی ہے کہ انہوں نے ایک نئی اپج پیدا کر کے قوم میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ہر علاقہ میں ایسی ذاتوں کے اکثر افراد جن کی آبائی ذاتوں کو معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اپنی ذات تبدیل کر کے اپنے آپ کو معزز ذاتوں سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ اقدام اسلامی نقطۂ نگاہ سے لائق مذمت ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس اقدام سے سختی کے ساتھ روکا ہے لیکن خود غرض عناصر نے ان باتوں کو گلدستہ طاق نسیاں بنا رکھا ہے۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ غیر ذاتوں کے سینکڑوں افراد قوم اعوان میں شامل ہو گئے ہیں۔ جب ان میں پڑھے لکھے افراد کو اپنے اعوان نژاد ہونے کے ثبوت میں شجرۂ نسب کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو وہ خالص اعوان گھرانوں کی طرف رجوع کرتے ہیں مگر کوئی اعوان کسی غیر اعوان کو اپنا قومی شجرہ نہیں دیتا۔ آخر وہ قوم اعوان سے متعلق کوئی کتاب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں کہیں سے باب الاعوان مل جاتی ہے تو وہ اس کتاب کی روشنی میں اپنا شجرہ

تیار کر لیتے ہیں۔ اور اپنا سلسلۂ نسب حضرت عباسؓ کے ذریعے حضرت علیؓ تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور بزعم خویش یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اب ہم اصلی اعوان بن گئے ہیں۔

آج کل تمام نَو اعوانوں کے شجرہ ہائے نسب باب الاعوان کی روشنی میں تیار شدہ ہیں۔ جب ان سے ان کے شجرہ کے متعلق پوچھا جائے تو نہایت فخر سے جواب دیتے ہیں۔ کہ ہمارے شجرہ کا ثبوت تاریخ باب الاعوان میں موجود ہے۔ ان کا یہ اقبال جرم سن کر بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ معلوم شد ذات شما باشد گی —— یہ صرف مفروضہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک امر واقعہ ہے قارئین الاعوان میں سے اکثر اصحاب اپنے علاقوں میں ایسے بیسیوں افراد کو ذاتی طور پر جانتے ہوں گے جو مختلف ذاتوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن آج کل اپنے تئیں اعوان اور علوی کہلاتے ہیں۔ اور اپنے شجرۂ نسب کے ثبوت میں باب الاعوان کو پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ باب الاعوان خود ایک فراڈ ہے۔ اس کی تائید کی کوئی وقعت نہیں ہے۔

ان واقعات کے سپردِ قلم کرنے کا مقصد وحید یہ ہے کہ آج کل جو اصحاب اپنا شجرۂ نسب حضرت عباسؓ کے ذریعے حضرت علیؓ تک پہنچاتے ہیں ان کے شجرہ ہائے نسب قدیمی نہیں ہیں جدید ہیں۔ اس اعتبار سے انہیں نَو اعوان کہنا بجا ہے۔ اس قسم کے نَو اعوان اصحاب کی خدمت میں ہماری یہ گزارش ہے کہ آپ جو کچھ بنیں ہمیں آپ سے تعرض نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نئے نئے اعوان بنے ہیں آپ کو کیا پتہ کہ **اعوانوں** کا شجرہ صحیح طور پر کن واسطوں سے حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کم از کم ہماری حالت پر رحم فرمائیں۔ اپنے اعوان بننے

کے شوق میں ہمارے مستند شجرہ ہائے نسب کو مشکوک بنانے کی کوشش سے احتراز کریں۔ مجھے تعجب ان اصحاب پر آتا ہے کہ جن کا خود اعوان نژاد ہونا ثبوت طلب ہے وہ اعوانوں کے شجرہ کے سلسلہ میں فیصلہ دے رہے ہیں کہ فلاں شجرہ دُرست ہے اور فلاں درست نہیں۔

ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

آج کل یہ امر مشاہدہ میں آیا ہے کہ اکثر مضمون نگار اعوان قوم کے متعلق کوئی کتاب یا مضمون لکھتے ہیں تو مولوی نورالدین کے ماخذ کو اپنی تحقیق کا براہِ راست ماخذ قرار دیتے ہیں اور انداز بیان ایسا اختیار کرتے ہیں کہ گویا انہوں نے میزان ہاشمی، میزان قطبی اور خلاصۃ الانساب کا خود مطالعہ کیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انہوں نے خواب میں بھی ان کتابوں کو نہیں دیکھا۔ محض مولوی نورالدین کا مقلد بن کر قوم کو فریب میں مبتلا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں متعدد لطائف ظہور میں آئے ہیں۔ ایک تازہ لطیفہ نذرِ قارئین کرام ہے۔

کچھ عرصہ ہوا ضلع سیالکوٹ کے ایک بزرگ (جن کا اسم گرامی نہیں لکھنا چاہتا) میرے ہاں کالا باغ تشریف لائے اور قوم اعوان کی تاریخ سے متعلق اپنی ایک ضخیم تالیف کا مسودہ میرے آگے رکھ دیا اور فرمایا۔ میں نے قوم اعوان کی تاریخ سے متعلق تحقیق اور تجسس میں اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کرنے کے بعد یہ تاریخ مرتب کی ہے۔ تم اس پر ایک تصدیقی اور تائیدی نوٹ لکھ دو۔ میں نے بڑے اشتیاق سے ان کے مسودہ کو جستہ جستہ دیکھنا شروع کر دیا۔ میں دل میں خوش تھا کہ قوم اعوان سے متعلق کچھ مستند تاریخی واقعات کے مطالعہ سے میرے علم میں اضافہ ہوگا۔ لیکن چند ہی اوراق کے مطالعہ کے بعد میری مسرت

مبدل بہ یاس ہوگئی مجھے نہایت پُرحسرت انداز میں یہ کہنا پڑا کہ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

کیونکہ اس کتاب میں مولوی نورالدین کے خود ساختہ نظریہ کو اپنایا گیا تھا۔ اور اس نظریہ کی تائید میں وہی میزان قطبی، میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب کے حوالہ جات پیش کئے گئے تھے۔ میں نے مؤلف کتاب سے دریافت کیا کہ آپ نے حوالہ کی متذکرہ کتابیں خود دیکھی ہیں۔ یا مولوی نورالدین کی کتب زادالاعوان اور باب الاعوان سے ان حوالہ کی کتابوں سے منسوب عبارات نقل کر دی ہیں۔ مؤلف کتاب نے نہایت پُر اعتماد لہجہ میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خود اصل کتابوں کے مطالعہ کے بعد ان سے اقتباسات نقل کئے ہیں۔ میں نے کہا آپ نے حوالہ کی جن کتابوں کا نام لکھا ہے میری تحقیق کی رُو سے ان کا وجود عنقا کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب تک اصل کتابیں میرے سامنے نہ ہوں تب تک میں ان سے منسوب اقتباسات کو دُرست تسلیم نہیں کر سکتا۔ آپ نے اپنی کتاب میں جو نظریہ پیش کیا ہے۔ اس سے مجھے شدید اختلاف ہے۔ آپ جب تک اپنی تحقیق کے ماخذ میرے سامنے نہیں لائیں گے۔ تب تک میں آپ کی تحقیق سے متفق نہیں ہو سکتا۔ میں حوالہ کی کتابوں سے آپ کے درج کردہ اقتباسات کے سیاق و سباق کو دیکھ کر کوئی رائے قائم کر سکوں گا۔ چنانچہ مؤلف کتاب مجھ سے یہ وعدہ کر کے واپس سیالکوٹ چلے گئے کہ میں بہت جلد آپ کے پاس حوالہ کی کتابیں لے آؤں گا۔ آپ انہیں خود دیکھ کر اطمینان کر لیں۔ لیکن پانچ ماہ کے بعد مؤلف کتاب خالی ہاتھوں

میرے ہاں تشریف لائے اور انتہائی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ میں نے اپنی تصنیف میں جو اقتباسات درج کئے تھے وہ میں نے مولوی نورُالدین کی ثقاہت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی کتاب باب الاعوان سے نقل کئے تھے ۔ میں نے آپ سے اصل کتابوں کے لانے کا وعدہ اس امید پہ کیا تھا کہ ان کتابوں کا وجود ہوگا ۔ اور مجھے کہیں نہ کہیں سے مل جائیں گی ۔ لیکن مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے مولوی نورُالدین کے گھر سے لے کر ملک کے تمام بڑے بڑے کتب خانے چھان مارے ہیں ۔ لیکن مجھے کہیں سے بھی ان کتابوں کا سُراغ نہیں ملا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی نورالدین نے قوم کو بہت بڑا فریب دیا ہے اور اس فریب کا مجھ جیسا وسیع المطالعہ انسان بھی شکار ہوگیا ہے ۔ اس کے بعد وہ فرمانے لگے کہ اب میں کیا کروں ۔ میں نے کہا ۔ آپ اپنے مسودہ کو اعوانوں کے سوادِ اعظم کے نظریہ کے مطابق ڈھال لیں ۔ چنانچہ انہوں نے واپس جاکر محنت شاقہ کے بعد مستند حوالوں کی روشنی میں اپنی کتاب از سرِ نو مرتب کی جو " حقیقت الاعوان فی آل حبیب الرحمٰن " کے نام سے شائع ہو چکی ہے ۔ اس واقعہ سے اس امر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کتنے پڑھے لکھے لوگ مولوی نورُالدین کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا شکار ہوئے ہیں ۔

میں اس امر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنا نظریہ حقائق و واقعات کی بناء پر قائم کیا ہے ۔ میرا نظریہ ضد پر مبنی نہیں ہے ۔ میں اپنا نظریہ معقول دلائل و براہین کی روشنی میں تبدیل کرنے کے لئے آمادہ ہوں ۔ لیکن مولوی نورالدین کے بیان کردہ

واقعات کو بغیر کسی ثبوت کے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں ۔

مولوی نورُالدین اعوانوں کو ایک شخص عون قطب شاہ کی نسل بتاتے ہیں اور عون قطب شاہ کا سلسلۂ نسب حضرت عباسؓ کے ذریعے حضرت علیؓ تک پہنچاتے ہیں ۔ مولوی نورُالدین لکھتے ہیں کہ " عون قطب شاہ حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ کے خلیفہ تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر گیلانیؒ نے انہیں تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان بھیجا ۔ انہوں نے ہندوستان میں شادیاں کیں اور ان کی اولاد اعوان کہلائی " ۔ مولوی نورالدین کا یہ بیان تاریخی اعتبار سے قطعاً غلط ہے ۔ تاریخ میں جس قطب الدین کے ہندوستان میں آنے کا ثبوت ملتا ہے ۔ وہ حضرت امام حسنؓ کی نسل سے تھے ۔ ان کی نسل میں علماء و فضلاء اور ذی وجاہت اشخاص ہوتے رہے ہیں ۔ جناب سید احمد بریلوی کا نسبی تعلق اسی خاندان سے ہے ۔ تفصیلات کے لئے محمود احمد عباسی کی تالیف " تحقیق سید و سادات " صفحہ ۵۶ ملاحظہ کیجئے ۔ امید ہے کہ ان تصریحات کے بعد قوم اعوان کا کوئی فرد بھی زادالاعوان اور باب الاعوان کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا شکار نہیں ہوگا ۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

گفتنی و ناگفتنی

(یہ مقالہ لاہور میں تاریخ الاعوان بورڈ کے اجلاس منعقدہ ۹ رمارچ ۱۹۷۵ء میں پڑھا گیا)

انجمن اعوانانِ پاکستان لائق ستائش ہے کہ اس نے قومی تاریخ کی ترتیب تدوین کے لئے ایک بورڈ قائم کیا ہے اور اس بورڈ نے ۹ رمارچ ۱۹۷۵ء کو اپنا اجلاس طلب کیا ہے جس میں قومی تاریخ سے متعلق غور و خوض ہوگا۔ میں اس سلسلہ میں بورڈ کے فاضل اراکین کی خدمت میں چند اہم گزارشات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے گا۔

اعوان بورڈ کے اجلاس کے دعوت نامہ میں ماہنامہ الاعوان مجریہ ماہ جنوری ۱۹۷۵ء میں شائع شدہ ایک مضمون بعنوان "اعوان" کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس مضمون میں کونسی ایسی نئی تحقیق پیش کی گئی ہے جو قابلِ ذکر ہے اس موضوع پر میرا ایک مبسوط مقالہ بعنوان "قطب شاہی اعوانوں کا حسب و نسب" ماہنامہ الاعوان مجریہ ماہ نومبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہو چکا ہے حیرت ہے کہ مضمون نگار نے میرے اسی مضمون کو لفظ بلفظ نقل کر دیا ہے۔ اور تمام اخلاقی حدود کو بالائے طاق رکھتے

ہوئے میرا ذکر تک نہیں کیا۔ اگر میرا نام لینے میں وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کا علمی وقار مجروح ہوگا۔ تو کم از کم یہ تو لکھ دیتے کہ "کسی نے کیا خوب لکھا ہے" اگر اتنا بھی نہ کر سکے تو کم از کم جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے اُسے واوین میں لکھ دیتے تاکہ قارئین کو معلوم ہوتا کہ یہ کسی دوسرے کے مضمون کا اقتباس ہے۔ لیکن ان کی دیدہ دلیری ملاحظہ ہو کہ نقل میرا مضمون کر رہے ہیں۔ اور آخر میں اعتراضات بھی مجھ پر وارد کرتے ہیں۔ کیا اسی موقع کے لئے نہیں کہا گیا۔ "چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد" میرے اس دعویٰ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے "الاعوان" کا متذکرہ شمارہ ملاحظہ فرمایئے اور اس کے بعد بتایئے کہ اس مضمون میں ایسی کونسی خصوصیت تھی کہ اسے ایک طرح "موضوع اجلاس" بنا دیا گیا ہے۔ یہ باتیں تو میں بہت عرصہ پیشتر بالوضاحت بیان کر چکا ہوں۔ چبائے ہوئے نوالوں کو چبانے میں کیا خصوصیت ہو سکتی ہے؟ میرا مقصد کسی کی تحقیر نہیں محض اظہارِ حقیقت ہے۔ مضمون نگار نے اپنے مضمون میں ایک چیز کا اضافہ کیا ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے میری تالیف "تاریخ الاعوان" کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"اس دعویٰ کا تمام تر انحصار ان کی اپنی خاندانی روایت پر ہے لیکن اس کے ثبوت میں کوئی تاریخی شہادت پیش نہیں کرتے نہ ہی کسی تاریخی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں"۔

میں حیران ہوں کہ مضمون نگار، خاندانی روایات کو کیوں قابلِ اعتناء نہیں سمجھتے

تاریخ کیا چیز ہے ؟ کیا روایات کا مجموعہ نہیں ؟ اگر روایات کو نظر انداز کیا جائے تو تاریخ کیسے مرتب ہو سکتی ہے ؟ یہ کوئی آسمانی وحی تو ہے نہیں۔ باقی رہا مضمون نگار کا یہ کہنا کہ میں نے کسی تاریخ کتاب کا حوالہ نہیں دیا تو ان کا یہ فرمان بھی مبنی بر حقیقت نہیں کیونکہ میں " تاریخ علوی " مؤلفہ مولوی حیدر علی اعوان لدھیانوی کا حوالہ دے چکا ہوں۔ اگر ان کی نظر سے یہ حوالہ نہیں گزرا تو اس میں میرا قصور نہیں۔ " تاریخ علوی " یونہی سا خود ساختہ نام نہیں۔ یہ شائع شدہ کتاب میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اگر مضمون نگار دیکھنا چاہیں تو دکھا سکتا ہوں۔

مضمون نگار اپنے مضمون میں آگے چل کر رقمطراز ہیں :-

" میزان قطبی، میزان ہاشمی، خلاصۃ الانساب، کتاب الانساب۔ یہ چاروں کتابیں پرانی ہیں۔ اور ان کے مصنف ان حالات و واقعات سے زیادہ قریب ہیں۔ جن کا تعلق اعوانوں کی ابتداء اور اصل سے ہے اور یہ زیادہ معتبر ہیں۔"

مضمون نگار نے اتنے وثوق سے ان کتابوں کا نام لیا ہے جیسے انہوں نے خود ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ حالانکہ ان کتابوں کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ اگر کسی صاحب کو میرے اس دعویٰ پر اعتراض ہو تو وہ ان چاروں کتابوں میں سے ایک کتاب بھی تلاش کر کے دکھا دیں۔ لیکن مجھے سورج کی ناقابل تسخیر کرنوں، ہواؤں

کی بے قید لہروں اور چاند کی خنک چاندنی سے بھی زیادہ اس بات کا یقین ہے کہ

" اس صفحۂ ارضی پر ان کتابوں کا کوئی وجود نہیں "

میں نے ان کتابوں کے حصول کے لئے بے پناہ جستجو کی ہے ملک کے تمام معروف کتب خانوں کو کھنگال ڈالا۔ قدیم عربی کتابوں کی مطبوعہ فہرستوں اور کتابوں کے مصنفین کے تذکروں کی ورق گردانی کی۔ برصغیر پاک و ہند کے مشہور کتب خانوں کے ناظموں سے خط و کتابت کی لیکن کہیں سے بھی ان کا سراغ نہ ملا۔ آخر علم الانساب کے بہت بڑے ماہر اور نامور مؤرخ و محقق حضرت پیر غلام دستگیر نامی علیہ الرحمۃ نے مولوی نورالدین کی جعل سازی کی داستان سنائی۔ تب میں نے ان کتابوں کی تلاش کا خیال ترک کیا۔ میں نے یہ تمام داستان اپنے ایک طویل مضمون " چند حقائق کا انکشاف " مطبوعہ ماہنامہ الاعوان بابت ماہ مارچ ۱۹۷۰ء میں بالتفصیل بیان کی ہے اسے ملاحظہ فرمائیں تو حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی۔ میرے اس مضمون سے متعلق الاعوان بورڈ کے سابق صدر حضرت مولانا غلام رسول مہر مرحوم ماہنامہ الاعوان بابت ماہ اگست ۱۹۷۰ء کے اداریہ میں لکھتے ہیں :-

" جب پہلی مرتبہ قومی تاریخ کا معاملہ ارباب علم و فضل کے سامنے پیش کیا گیا تھا تو یہ حقیقت واشگاف طور پر واضح کر دی گئی کہ جن کتابوں کو اب تک قابل اعتماد سمجھا گیا تھا۔ وہ تو محکم ثابت نہ ہوئیں۔ اور ہمارے مکرم دوست ملک شیر محمد خان (کالا باغ) کی ایک طویل

تحریر نے حقیقت کے چہرے سے تمام پردے اٹھا دیئے ہیں"۔

(ماہنامہ الاعوان بابت ماہ اگست ۱۹۷۰ء صفحہ ۵ سطر ۱)

اب انصاف سے بتایئے کہ جب برصغیر پاک و ہند کے فاضل اجل اور محقق بے بدل حضرت مولانا غلام رسول مہر بھی متذکرہ کتابوں کے متعلق میری رائے سے متفق ہیں پھر دوسرے لوگ کس شمار میں ہیں۔ میرے علاوہ اعوان قوم کے مشہور عالم دین حضرت علامہ عنایت اللہ چشتی چکڑالوی اپنے ایک طویل محققانہ مقالہ بعنوان "ہمارا شجرۂ نسب اور مولوی نورالدین کی تالیفات" مطبوعہ ماہنامہ الاعوان بابت ماہ جنوری ۱۹۷۰ء میں ناقابلِ تردید دلائل و شواہد کی روشنی میں مولوی نورالدین کی تحقیقات اور ان کے بیان کردہ حوالہ جات کی تغلیط کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اعوان تاریخ بورڈ کے فاضل ارکان اس مقالہ کا بہ امعان نظر و تعمقِ فکر مطالعہ کریں۔ انہیں صحیح سمت کا تعین کرنے میں اس مقالہ سے کافی مدد حاصل ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں مؤرخ قوم ملک محمد خواص خان ہزاروی نے اپنی ضخیم اور بلند پایۂ تالیف "تحقیق الاعوان" میں مولوی نورالدین کے نظریات کی تردید کی ہے۔ قوم اعوان کے مشہور محقق بزرگ بابا ہاشم سیالکوٹی نے اپنی تالیف "حقیقت الاعوان فی آل حبیب الرحمٰن" میں مولوی نورالدین کے نظریہ سے اختلاف کیا ہے قوم کے ایک اور اہلِ قلم ملک فضل داد عارف نے اپنی تالیف "مراۃ التواریخ الاعوان" میں مولوی نورالدین کے ماخذ کے وجود کا انکار کیا ہے۔

میں حیران ہوں کہ ان حقائق کے باوجود بعض اہلِ قلم اب تک مولوی نورالدین کے ماخذ پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان ماخذ کا کوئی وجود ہی نہیں۔ اگر یہ حضرات واقعی میدان تحقیق کے مرد ہیں تو انہیں چاہیئے کہ ان ماخذ میں سے کوئی ایک کتاب تو تلاش کر لیں اور حوالہ جات اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ایمان بالغیب کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

میں نے قوم اعوان کی تاریخ اس وقت لکھی جس دور میں قوم اعوان کی کوئی تاریخ مارکیٹ میں موجود نہیں تھی۔ پھر جو اردو میں تاریخیں لکھی گئیں ان میں واقعات بھی غلط تھے۔ اور زبان بھی غلط تھی۔ کچھ کتابوں کے واقعات درست تھے۔ تو زبان غلط تھی۔ ضرورت تھی کہ قوم اعوان کی مستند اور جامع تاریخ لکھی جائے۔ چنانچہ میں نے طویل و عمیق جستجو کے بعد شستہ اردو میں قوم اعوان کی مختصر لیکن جامع تاریخ لکھی۔ یہ تاریخ بمشکل سو صفحات پر مشتمل ہے لیکن جتنا وقت میں نے قوم کی اس تاریخ کی تحقیق میں صرف کیا ہے اتنا کسی اور تصنیف پر نہیں کیا۔ میرا مقصد مالی منفعت نہیں تھا۔ صرف جذبۂ خدمت قوم تھا۔ کیونکہ میں پیشہ ور مصنف نہیں ہوں۔ میرا ذریعۂ معاش تصنیف و تالیف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے۔ اس لئے جو کچھ لکھتا ہوں۔ صلہ و ستائش کی پرواہ کئے بغیر خدمتِ قوم کے جذبہ کے تحت لکھتا ہوں۔ تاریخ الاعوان کے علاوہ میری آٹھ تصانیف ہیں لیکن میں نے "تاریخ الاعوان" سے لے کر اپنی تازہ تصنیف

37

"مشاہدات و محسوسات" تک کسی تصنیف کا کوئی معاوضہ کسی ناشر سے نہیں لیا اور نہ ہی کسی جریدے سے کبھی کسی مقالہ کا معاوضہ لیا ہے۔ میرا قلم اور میرا دماغ میرے اپنے ہیں۔ میں کسی کے حسبِ خواہش نہیں سوچتا اور نہ ہی کسی کے خیال کے تابع ہو کر لکھتا ہوں۔ میں مولوی نورالدین نہیں کہ کسی ناشر کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے کوئی کتاب لکھ کر قوم اعوان کے صدیوں پرانے اور اصلی شجرہ پر خطِ تنسیخ کھینچ دوں اور خود ساختہ شجرہ لکھ دوں تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون بعنوان "چند حقائق کا انکشاف" مطبوعہ ماہنامہ الاعوان بابت مارچ ۱۹۷۰ء

میں نے اپنی خاندانی روایات، قلمی دستاویزات اور شجرہ جات کی روشنی میں قوم اعوان کو حضرت محمد بن حنفیہؒ کی اولاد ثابت کیا۔ لیکن اس نظریہ کو منزل من السماء نہیں سمجھتا۔ اگر کوئی صاحب دلائل قاطع اور براہین ساطع سے میرے اس نظر کو غلط ثابت کر دیں تو میں بصد مسرت اپنے نظریہ سے رجوع کر لوں گا۔ لیکن اگر کوئی سنی سنائی کتابوں کا حوالہ دے کر میرے نظریہ کو غلط قرار دینے کی کوشش کرے گا۔ تو میں اس کی تردید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دوں گا۔

مولانا غلام رسول مہر سے میرے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ انہوں نے میری تالیف "خیابان دانش" کا تعارف بھی لکھا تھا۔ ان کے ساتھ ملنے جلنے کے علاوہ میری خط و کتابت بھی رہتی تھی۔ علمی، ادبی، دینی اور تاریخی مسائل سے متعلق ان کے پچاس مکتوبات میرے پاس محفوظ ہیں۔ جن دنوں قوم اعوان کی تاریخ مرتب کرنے کا کام

ان کے سپرد ہوا تھا انہوں نے قومی تاریخ سے متعلق مجھ سے خط و کتابت کی تھی۔ اس خط و کتابت میں بھی انہوں نے مولوی نورالدین کے ماخذ کو مشکوک قرار دیا تھا۔ حیرت ہے کہ اتنا بڑا محقق تو ان کتابوں کے وجود کا قائل نہیں مگر کچھ لوگ ان کے وجود پہ برابر اصرار کرتے ہیں۔ کتابوں کا وجود تو ثابت نہیں کر سکتے۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ چونکہ مولوی نورالدین نے حوالہ دیا ہے اس لئے وہ کتابیں ضرور موجود ہوں گی۔ اندھی تقلید کی اس سے بدتر مثال نہیں مل سکتی۔

یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ آج دنیا چاند پہ پہنچ چکی ہے مگر پاکستان میں قوم اعوان آج تک یہ فیصلہ نہیں کر سکی۔ کہ وہ حضرت محمد بن حنفیہؓ کی اولاد ہے یا حضرت عباسؓ کی۔ مولوی نورالدین کی تالیفات کے منصۂ شہود پہ آنے سے پہلے متحدہ ہندوستان میں قوم اعوان کے تمام شجروں کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ اعوان قوم محمد بن حنفیہؓ کی اولاد ہے مگر مولوی نورالدین کی تحقیق کو حتمی قرار دے کر کچھ ناواقف بھائیوں نے اپنے شجرہ میں ترمیم کر لی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس بحث کو بہت جلد طے کر لینا چاہیئے۔ ورنہ ہماری قوم اضحوکۂ روزگار بن جائے گی۔

قوم کی مستند تاریخ مرتب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس موضوع پہ جو کچھ لکھا گیا ہے اُسے سامنے رکھا جائے مختلف اضلاع سے قوم کے شجرہ جات اور قلمی دستاویزات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے پھر اس تمام مواد کی روشنی میں قوم کی محققانہ تاریخ مرتب کی جائے۔

ایک مرتبہ پھر عرض کر دوں گا۔ کہ یہ مقامِ استعجاب ہے کہ ایک اعوان نژاد

اپنی معتبر خاندانی دستاویزات کی روشنی میں اپنی قوم کی تاریخ مرتب کرتا ہے اور ایک غیر اعوان کسی کی فرمائش پر قوم اعوان کے اصلی اور پرانے شجرہ جات پہ خطِ تنسیخ کھینچ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں خود ساختہ شجرہ پیش کر دیتا ہے۔ اور قوم اعوان کے کچھ مدعیان علم و فضل اس شجرہ کو آمنا و صدقنا کہہ کر قبول کر لیتے ہیں ؎

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

میں آخر میں ایک دفعہ پھر قوم کے ارباب علم و فضل کی خدمت میں عرض کروں گا کہ جب تک مؤثق مواد فراہم نہ ہو تب تک قوم کے صدیوں کے شجرۂ نسب کو غلط قرار دینے کی کوشش نہ کریں۔

وما علینا الا البلاغ

(مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا)

ملک امیر محمد خان نواب آف کالا باغ (میانوالی):

نواب آف کالا باغ ملک امیر محمد خان اعوان سابق گورنر مغربی پاکستان و چیف آف اعوانان پاکستان گزرے ہیں آپ کے چار فرزند ملک اسد خان، ملک مظفر خان، ملک اللہ یار خان و ملک اعظم خان ہوئے۔ ملک اسد خان کے دو بیٹے ملک فواد خان و ملک عماد خان MNA قابل ذکر ہیں۔ کالا باغ ضلع میانوالی کی تحصیل عیسیٰ خیل کا علاقہ ہے۔ سرزمین کالا باغ اعوان قبیلے کا مرکز ہے جو باغات کی کثرت کی وجہ سے کالا نظر آتا ہے۔ آپ کی شاخ ملک صادق خان (صدیق) کے نام کی وجہ سے صدقال کہلاتی ہے۔ ملک بندے علی نے کالا باغ آباد کیا۔ آپ کا شجرہ نسب یوں ہے:۔ نواب ملک امیر محمد خان بن ملک عطا محمد خان بن ملک یار محمد خان بن ملک مظفر خان بن ملک اللہ یار خان بن ملک اعظم خان بن ملک سرخرو خان بن ملک عزت خان بن ملک اللہ یار خان بن ملک فتح خان بن ملک اللہ داد خان بن ملک نواب خان بن ملک محمد خان بن ملک اللہ یار خان بن ملک بدرالدین خان بن ملک شہاب الدین خان بن ملک شہیاں خان بن ملک حیدر خان بن ملک موکل خان بن ملک سرخرو خان بن ملک بلند خان بن ملک بندے علی (بانی کالا باغ) بن ملک اولیا (طور) بن کرم علی (خلیل رکلی) بن مزمل علی کلگان بن قطب حیدر شاہ غازی علوی از اولاد حضرت محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ مولف تاریخ الاعوان و تذکرۃ الاعوان:

آپ کا تعلق نواب آف کالا باغ کی فیملی سے تھا۔ ملک امیر محمد خان نواب آف کالا باغ آپ کے بہنوئی تھے۔ ملک اللہ یار خان بن بن ملک اعظم خان، نواب ملک امیر محمد خان اور ملک شیر محمد خان کے جداعلیٰ تھے ملک اللہ یار خان کی چوتھی پشت میں ملک شیر محمد خان بن ملک پیر محمد خان بن ملک امیر محمد خان بن ملک رتباز (ربناز) خان تھے۔ آپ نیک سیرت، اعلیٰ تعلیم یافتہ و خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے آپ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی کالا باغ تھے۔ جب مولوی نورالدین کفری نے باب الاعوان اور زاد الاعوان لکھیں تو آپ نے اپنے قدیم خاندانی شجرہ نسب جو سینہ بہ سینہ صدیوں سے محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ بن حضرت علیؓ سے تھے کے مطابق تاریخ الاعوان 1956 میں مرتب کرتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ اعوان حضرت عباس علمدارؑ کی اولاد سے نہیں ہیں۔ تاریخ الاعوان و تذکرۃ الاعوان اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں آپ اعوان قبیلہ کے چشم و چراغ تھے آپ کا انتقال 1986 میں ہوا۔ (بحوالہ تاریخ علوی اعوان ایڈیشن 2009 ص 631، تحقیق الانساب جلد اوّل ص 100 جلد دوئم ص 198، مختصر تاریخ علوی اعوان معہ ڈائریکٹری ص 162، تاریخ نیازی قبائل (طبع ہفتم صفحہ 1176)

توجہ فرمائیے

وہ تمام محققین ، مصنفین و مولفین دادِ تحسین کے مستحق ہیں جنہوں نے صدیوں پرانی قدیم روایات کہ اعوان حضرت محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ (امام حنیف) کی اولاد سے ہیں اور سلطان محمود غزنوی کے ساتھ جہاد ہند میں شامل رہے ہیں کو زندہ رکھنے کے لیے قلم اٹھایا۔ اعوانوں کی تاریخ کی سب سے پہلی کتاب مولوی حیدر علی لدھیانوی نے 1896ء میں ''تاریخ علوی'' تالیف فرمائی جس کے مطابق اعوان حضرت محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہیں اور سلطان محمود غزنوی کے ساتھ جہاد ہند میں شامل رہے۔ اس کے بعد مولوی حیدر علی لدھیانوی نے تاریخ حیدری 1911ء میں تالیف فرمائی۔ ملک شیر محمد خان اعوان میونسپل کمیٹی کالاباغ کے پریذیڈنٹ تھے اور نواب آف کالاباغ ملک امیر محمد خان اعوان سابق گورنر مغربی پاکستان آپ کے بہنوئی تھے۔ ملک شیر محمد خان اعوان نے 1956ء میں ''تاریخ الاعوان'' تالیف کی اور 1977ء میں تذکرۃ الاعوان تالیف کی۔ بابا ہاشم سلیم پور ملکے سیالکوٹ نے 1390ھ میں حقیقت الاعوان فی آل حبیب الرحمٰن تالیف فرمائی۔ خواص خان گولڑہ اعوان ساکن ہیڑاں مانسہرہ نے 1966ء میں تحقیق الاعوان تصنیف کی۔ محبت حسین اعوان نے خواص خان گولڑہ اعوان کی خدمات پر 1975 میں ان کی کتاب کے نام سے ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان قائم کیا اور درجنوں کتب تصانیف کیں 1999ء میں آپ نے اس سے قبل لکھی جانے والی تمام کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے جامع کتاب ''تاریخ علوی اعوان'' تصنیف فرمائی۔ 2000ء میں صوبیدار رفیق علوی اعوان میانی چکوال جو گر جارو ڈ راولپنڈی میں سکونت پذیر تھے نے بھی حقیقت الاعوان سوسوال سوجواب لکھی۔ ملک جہانداد اعوان ساکن نالیاں پلندری نے بھی 2000ء میں نسب الصالحٰن تالیف کی۔

ان تمام بزرگوں نے اعوان قبیلہ کی تاریخ لکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا انہوں نے قدیم روایات کے عین مطابق کتب تصانیف کیں۔ جناب خواص خان گولڑہ اعوان نے تحقیق الاعوان کے صفحہ 156 پر شجرہ نمبر 31 کے تحت اعوانوں کا یہ شجرہ یوں لکھا: ''سعید الدین سالار مسعود غازیؒ بن شاہو غازیؒ بن عطاءاللہ غازیؒ بن طاہر غازیؒ بن طیب غازیؒ بن شاہ محمد غازیؒ بن آصف غازی بن عون عرف قطب غازی بابا بن علی بن محمد الاکبرؒ بن حضرت علیؓ بنوعلویہ (شجرہ از کتاب محبوب شاہ داتہ والا)۔ اور جناب محبت حسین اعوان نے بھی یہی شجرہ تاریخ علوی اعوان ایڈیشن 1999ء اور ایڈیشن 2009ء کے صفحہ 360 پر شجرہ نمبر 28 کے طور پر درج کیا ہے۔ مولوی نورالدین سلیمانی پٹھان نے زادالاعوان اور باب الاعوان میں اعوانوں کا شجرہ نسب حضرت محمد حنفیہؒ کے بجائے حضرت غازی عباس علمدارؒ سے جوڑ دیا اور جو اہم اعتراض انہوں نے کیا کہ سر سلسلۃ العلویہ 341ھ کے مطابق علی بن محمد حنفیہ بن حضرت علیؓ لاولد تھے اور ان سے شجرہ نسب ملانے والے کذاب ہیں نیز مولوی صاحب نے یہ بھی اعتراض کیا کہ عبدالمنان حضرت محمد حنفیہؒ کا بیٹا نہ تھا۔ نیز مولوی نورالدین صاحب نے اعوانوں کی جانب سے پیش کیے گئے تمام شجرہ ہائے نسب بھی غلط قرار دیئے اور تین فرضی کتب میزان قطبی عربی، میزان ہاشمی عربی اور خلاصۃ الانساب عربی کے حوالہ سے نیا شجرہ نسب متعارف کروایا۔ یاد رہے کہ ان کتب کا کوئی وجود نہیں یہ آج تک کوئی بھی فرد پیش نہ کر سکا جس سے ان کے موقف کی تائید ہو سکے۔ مولوی نورالدین سلیمانی کے اعتراضات کے جوابات قدیم عربی و فارسی کتب سے دستیاب ہو چکے ہیں۔

یہ کہ سر سلسلۃ العلویہ سے 100 سال سے زائد قدیم کتاب نسب قریش عربی (156-234ھ) کے صفحہ 77 پر عون بن علی بن محمد حنفیہ بن حضرت علیؓ کی اولاد لکھی ہے اور عون کے نام کی نسبت سے ''بنی عون'' بھی درج ہے۔ یہ کہ المعقبون عربی 277ھ، مقالات بالفرق 301ھ میں بھی علی بن محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ کی اولاد درج ہے۔ سر سلسلۃ العلویہ کے بعد بھی لکھی جانے والی بے شمار کتب میں علی بن محمد حنفیہؒ کو صاحب اولاد لکھا گیا ہے: جن میں جمہرۃ الانساب العرب عربی 384ھ، تہذیب الانساب عربی 449ھ کے صفحہ 273، 274، منتقلۃ الطالبیہ 471ھ کے 303، 332، 352، 215، پر نہ صرف عون بن علی بن محمد حنفیہؒ کی اولاد درج ہے بلکہ ان کی اولاد کا ہندآنا بھی درج ہے۔ ان کے علاوہ المجدی 500ھ، الفخری 600ھ، المنتخب فی نسب قریش وخیار العرب عربی 656ھ، بحر الانساب عربی 900ھ وغیرہ کے علاوہ عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب عربی 848ھ کے صفحہ 147-145 پر علی بن محمد حنفیہؒ کی نہ صرف اولاد درج ہے بلکہ یہ بھی وضاحت کی گئی ہے کہ سر سلسلۃ العلویہ کے مولف ابو نصر بخاری نے جس علی کو درج یعنی لاولد لکھا تھا وہ علی اصغر تھے۔ ان کتب کے علاوہ منبع الانساب فارسی 830 ہجری میں علی کا پورا نام ''علی عبدالمنان'' درج ہے۔ اور منبع الانساب میں علی عبدالمنان کے فرزند عون عرف قطب غازی لکھے ہیں اور سالار مسعود غازی کو سلطان محمود غزنوی کا بھانجا لکھا ہے اور مکمل شجرہ نسب یوں درج ہے ''سالار مسعود غازی بن عطاءاللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ غازی بن آصف غازی بن عون عرف قطب غازی بن علی عبدالمنان غازی بن حضرت ابوالقاسم امام حنیفؒ بن حضرت علیؓ ''۔

منبع الانساب فارسی 830ھ تالیف سید معین الحق جھونسوی میں درج شجرہ نسب جناب خواص خان گولڑہ اعوان اور جناب محبت حسین اعوان نے قدیم روایات کے مطابق کتب میں درج کیا تھا۔ اور اس شجرہ نسب کی تصدیق مندرجہ بالا انساب کی عربی اور فارسی کتب سے بھی ہوتی ہے جس سے یہ تصدیق ہوا کہ اعوانوں کی حضرت محمد حنفیہ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہونا اور سلطان محمود غزنوی کے ساتھ جہاد والی روایات 100 فیصد درست ہیں۔ اور علی بن محمد حنفیہ کی نہ صرف اولاد تھی بلکہ انہی کا نام علی عبدالمنان تھا اسطرح مولوی نورالدین سلیمانی مرحوم کے اعتراضات بھی ساقط ہو چکے۔

حضرت سلطان باہوؒ | حضرت بابا سجاول علوی قادری | حضرت سالار قطب حیدر شاہ غازی علوی | حضرت علی کرم اللہ وجہہ | حضرت سالار ساہو غازیؒ | حضرت سالار مسعود غازیؒ

شجرہ نسب علوی، بنی عون، اعوان، قطب شاہی اعوان

تحقیق: محمد کریم اعوان وائس چیئرمین ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان 0312-9206639

تصدیق شدہ مستند شجرہ نسب علوی اعوان (بنی عون)

(1)	(2)	(3)	(4)	(5)	(6)	(7)	(8)
کتاب نسب قریش عربی (156ھ-236ھ) لابی عبداللہ المصعب صفحہ 77	کتاب المعقبین عربی 214ھ-277ھ) ابی الحسن یحییٰ ص 101	جمہرۃ الانساب العرب عربی (384ھ) لابی محمد علی بن احمد صفحہ 59	تہذیب الانساب ونہایۃ الانساب عربی 449ھ ابی الحسن محمد ص 74-273	منتقلۃ الطالبیہ عربی 471ھ۔ ابی اسماعیل ابراہیم طباطبا ص 303,352	المنتخب فی نسب قریش و خیار العرب عربی (656ھ) ابی عبداللہ بن عیسیٰ صفحہ 26	منبع الانساب فارسی (830ھ) سید معین الحق جھونسوی ص (103)363	بحر الانساب عربی (900 ھجری) تالیف السید محمد بن احمد صفحہ 245
ابی طالب	ابی طالب	ابی طالب	ابی طالب	ابی طالب	ابی طالب	ابی طالب	ابی طالب
علی	علی	علی	علی	علی	علی	علی المرتضیٰ	علی
محمد الاکبر [محمد حنفیہ]	محمد بن الحنفیہ	محمد بن الحنفیہ	محمد [حنفیہ]	محمد [حنفیہ]	محمد الاکبر [محمد حنفیہ]	ابوالقاسم محمد حنیف	محمد بن الحنفیہ
علی	علی	علی	علی	علی	علی	علی عبدالمنان	علی برغوث
عون	عون	عون	عون	عون	عون	عون عرف قطب غازی	عون
محمد [اسحل]	محمد		محمد اسحل	محمد اسحل	محمد [اسحل]	محمد آصف غازی	محمد
"بنی عون"			علی	علی	قبیلہ "بنی عون"	شاہ علی غازی	علی
			محمد [غازی]، احمد [غازی]	محمد، احمد، الحسین، عیسیٰ		شاہ محمد غازی	محمد، احمد، الحسین، عیسیٰ، الحسن، علی
						طیب غازی	
						طاہر غازی	
						عطاء اللہ غازی	

مندرجہ بالا شجرہ نسب کی وضاحت اور حوالہ جاتی کتب کے لیے رابطہ فرمائیں محمد کریم اعوان 0312-9206639

(9)	(10)	(11)	(12)	(13)	(14)	(15)	(16)
مرات مسعودی فارسی (1037ھ) عبدالرحمٰن چشتی ص 7	تاریخ حیدری اردو (1909ء) مولوی حیدر علی اعوان ص 7	بحر الجمان اردو (1332ھ) سید محبوب شاہ داتا صفحہ 135	تحقیق الاعوان (1966ء) ایم خواص خان گولڑہ اعوان صفحہ 148و156	تاریخ علوی اعوان (1999ء) محبت حسین اعوان صفحہ 347و370	علامہ یوسف جبریلؒ تعارف علوی قبیلہ ص 10 وانگلش بک ص 637	حقیقت الاعوان (2002ء) صوبیدار (ر) محمد رفیق علوی صفحہ 32و52	تاریخ سادات وعلوی اعوان مشائخ (2001ء) زین العابدین علوی ص 14و33
ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓
علی	علی	علی	علی	حضرت علیؓ	علی	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	علی
محمد حنفیہؒ	محمد [محمد حنفیہ]	ابوالقاسم محمد الاکبر	محمد الحنفیہ	محمد الاکبر [محمد حنفیہ]	محمد الحنفیہ	ابوالقاسم محمد حنفیہ	محمد بن الحنفیہ
[علی] عبدالمنان	عبدالمنان غازی	علی	علی عبدالمنان	علی عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان غازی	علی
بطل غازی	بطل غازی	عون عرف قطب غازی بابا	عون عرف قطب غازی بابا	عون عرف قطب غازی	بطل غازی	بطل غازی	عبدالمنان عون سکندر غازی
محمد آصف [اسحل]	محمد محمد آصف [اسحل]	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	آصف غازی	آصف غازی	محمد آصف غازی	شاہ بطل غازی
عمر [علی] غازی	عمر [علی] غازی	شاہ غازی	شاہ عمر [علی]	شاہ غازی	عمر غازی	عمر غازی	شاہ عمر غازی
محمد غازی	محمد غازی	شاہ محمد غازی	شاہ محمد غازی	شاہ محمد غازی	محمد غازی	محمد غازی	شاہ محمد غازی
طیب غازی	طیب غازی	طیب غازی	شاہ طیب غازی	طیب غازی	طیب غازی	طیب غازی	شاہ طیب غازی
طاہر غازی	طاہر غازی	طاہر غازی	شاہ طاہر غازی	طاہر غازی	طاہر غازی	طاہر غازی	شاہ طاہر غازی
عطاء اللہ غازی	میر عطاء اللہ غازی	عطاء اللہ غازی	عطاء اللہ غاز	عطاء اللہ غازی	عطاء اللہ غازی	عطاء اللہ شاہ غازی	عطاء اللہ شاہ غازی
سالار ساہو غازی (داؤد)	میر قطب حیدر	سالار ساہو غازی	میر قطب حیدر (قطب شاہ)	قطب حیدر شاہ	قطب حیدر شاہ غازی	سالار میر قطب شاہ غازی	حضرت قطب شاہ غازی
سالار مسعود غازی		سالار مسعود غازی	11 فرزندان	11 فرزندان		9 فرزندان	مزمل علی کلگان

(17)	(18)	(19)	(20)	(21)	(22)	(23)	(24)
تاریخ اعوان (2009ء) محمد سرور خان اعوان صفحہ 163، 241و247 شجرہ 27	تاریخ قطب شاہی علوی اعوان (2015) محمد کریم اعوان ومشتاق الٰہی اعوان ص 6	سوانحیات ملک قطب حیدر شاہ (2014) حافظ ریاض سیالوی ص 26	متاع رفتہ (تواریخ ہزارہ۔ ایک نظر میں) پروفیسر بشیر احمد سوز	تاریخ نیازی قبائل (2014) اقبال خان نیازی ص 1175	رحیل کارواں (2019) آمین یوسف زئی صفحہ 434	اعوان شخصیات ہزارہ (2019) محمد عظیم ناشاد صفحہ 4	حضرت بابا سجاول علوی قادریؒ تاریخ کے آئینے میں (2019) محمد کریم اعوان ص 9
ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓	ابی طالب ↓
علی	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	حضرت علیؓ	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	حضرت علی کرم اللہ وجہہ
محمد حنفیہؒ	محمد الاکبر [محمد حنفیہ]	حضرت محمد بن حنفیہؒ	محمد الاکبر (محمد حنفیہؒ)	محمد الاکبر [محمد حنفیہ]	حضرت محمد حنفیہؒ	حضرت محمد حنفیہؒ	حضرت محمد حنفیہؒ
علی	علی عبدالمنان	غازی عبدالمنان	علی عبدالمنان	علی	غازی عبدالمنان	علی عبدالمنان	علی عبدالمنان
عون عرف قطب غازی بابا	عون قطب غازی	غازی بطلؒ	عون عرف قطب غازی	بطل (بطال)	عون قطب غازی	عون عرف قطب غازی لقب بطل	عون عرف قطب غازی لقب بطل
محمد آصف غازی	محمد آصف (اسحل) غازی	ملک آصف	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی (محمد اسحل)	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی
سید شاہ غازی	شاہ غازی	غازی عمرؒ	شاہ علی غازی	عمر غازی	شاہ علی غازی	شاہ علی غازی	شاہ علی غازی
محمد غازی	شاہ محمد غازی	غازی محمدؒ	شاہ محمد غازی	شاہ محمد غازی	شاہ محمد غازی	محمد غازی	شاہ محمد غازی
طیب غازی	طیب غازی	غازی طیبؒ	طیب غازی	طیب غازی	طیب غازی	طیب غازی	شاہ طیب غازی
طاہر غازی	طاہر غازی	غازی طاہرؒ	طاہر غازی	طاہر غازی	طاہر غازی	طاہر غازی	شاہ طاہر غازی
عطاء اللہ غازی	عطاء اللہ غازی	غازی نور اللہ (عطاء اللہ)	عطاء اللہ غازی	ابو علی عرف عطاء اللہ غازی	عطاء اللہ غازی	عطاء اللہ شاہ غازی	عطاء اللہ شاہ غازی
شاہو غازی و میر قطب حیدر	سالار میر قطب حیدر	حضرت ملک قطب شاہؒ	سالار قطب حیدر شاہ غازی	میر قطب حیدر شاہ علوی اعوان	قطب حیدر شاہ غازی	سالار میر قطب شاہ غازی	حضرت قطب شاہ غازی
ص 163، 9 بیٹے	11 فرزندان	گیارہ فرزندان		11 فرزندان	گیارہ فرزندان	9 فرزندان	11 فرزند

ابی طالب
↓
حضرت علی کرم اللہ وجہہ
↓
حضرت محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ
↓
علی عبدالمنان
↓
عون عرف قطب غازی لقب بطل غازی (قطب شاہ بابا)
↓
محمد آصف غازی
↓
شاہ علی غازی
↓
شاہ محمد غازی
↓
طیب غازی
↓
طاہر غازی
↓
عطاء اللہ غازی
↓
قطب حیدر شاہ غازی علوی (قطب شاہ ثانی)
↓

عبداللہ گولڑہ — محمد شاہ کنڈان — مزمل علی کلگان — محمد علی — بہادر علی — نجف علی — زمان علی کھوکھر — جہاں شاہ — فتح علی — نادر علی — کرم علی

نوٹ: قطب شاہی علوی اعوان قبیلہ کے شجرہ نسب کی تصدیق کے لیے یہاں چند کتب کا حوالہ دیا گیا ہے جب کہ ان کے علاوہ سینکڑوں کتب ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان کی لائبریری میں موجود ہیں جن کی عکسی نقول عند الطلب مہیا کی جا سکتی ہیں

شجرہ نسب
قطب شاہی علوی اعوان (بنی عون)
حضرت علی کرم اللہ وجہہ
مزار حضرت علی نجف اشرف
مزار عون عرف قطب غازی تبریز
مزار سالار ساہو غازی ستر کھ انڈیا
مزار سالار قطب حیدر علوی مانک پور انڈیا
مزار سالار مسعود غازی بہرائچ انڈیا
مزار حضرت بابا سجاول مانسہرہ
حضرت امام حسنؓ
حضرت امام حسینؓ
حضرت محمد حنفیہؒ
حضرت عباس علمدارؒ
حضرت عمر اطرافؒ
ابو ہاشم عبداللہ
علی عبدالمنان
موسیٰ
عیسیٰ
جعفر
عون عرف قطب غازی لقب بطل غازی
عبیداللہ
حسن
عبداللہ
محمد الاکبر
محمد الاصغر
محمد آصف غازی ← شاہ علی غازی ← حسین ← علی
الحسین
القاسم
منصور
حمزہ
عبدالمالک
سکینہ
رسیتہ
شاہ احمد غازی
حسن
موسیٰ
عیسیٰ
علی
قطب شاہی اعوانوں کی مختصر تاریخ اور قدیم ماخذ
تحقیق و ترتیب: محمد کریم اعوان ساکن اعوان منزل ڈھن سنگولہ حال مظفر آباد موبائل 0312-9206639 و ملک مشتاق الٰہی اعوان ساکن مردو آل وادی سون سکیسر حال کراچی موبائل 0302-2144561
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قبیلہ بنی ہاشم ہے جو اولاد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بطن سے ہوئی وہ سادات بنی فاطمیہ کہلائی اور جو اولاد دیگر ازواج سے ہوئی وہ بنی علویہ کہلائی۔ حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ کی اولاد برصغیر پاک و ہند میں سید کہلاتی ہے۔ دوسری صدی ہجری تک عون عرف قطب غازی بن علی بن حضرت محمد حنفیہؒ بن حضرت علیؓ کی اولاد بنی عون اور علوی کہلاتی تھی۔ عون بن علی، یحییٰ بن زید کے (ہمراہ جورشتہ میں ان) بھتیجے اور بھانجے تھے کے ساتھ 125 ہجری میں کوفہ سے ہرات، خراسان و غزنی کی جانب ہجرت کر گئے تھے۔ یحییٰ بن زیدؒ کے ہمراہ 70 آدمی تھے انہوں نے بنی امیہ کے دس ہزار آدمیوں کو شکست فاش دی۔ عون بن علی اور زید بن علی کے مزارات تبریز کی پہاڑی پر ایک ساتھ ہیں۔ عون بن علی بن محمد حنفیہؒ بن حضرت علیؓ کی اولاد عرب میں علیؓ کی اولاد کی نسبت سے ''علوی'' اور عون کی وجہ سے ''بنی عون'' کہلائی اور برصغیر پاک و ہند میں بنی عون سے اعوان اور عون کے عرف قطب غازی کی شہرت کی وجہ سے قطب شاہی کہلائی۔ عون عرف قطب غازی (جد امجد قطب شاہی اعوان) کے سات پڑپوتوں میں سے پانچ عیسیٰ بن علی، حسین بن علی، حسن بن علی، محمد بن علی، احمد بن علی ابنان محمد اصل (محمد اصف غازی) کی اولاد ہند میں آنا قدیم کتب انساب سے تصدیق ہوتا ہے اور گمان غالب ہے کہ علی بن علی و موسیٰ بن علی بھی اپنے دیگر بھائیوں کے ہمراہ جہاد ہند میں شریک ہوئے ہوں۔ جس طرح بنی عباس سے عباسی اور بنی ہاشم سے ہاشمی کہلاتے ہیں اسی طرح بنی عون بھی بنی عون کے بجائے اعوان مشہور ہوئے۔ واضح ہو کہ عون کی جمع اعوان ہے۔ ''کتاب نسب قریش عربی (236-156 ہجری) کے ص 77 پر اور کتاب المنتخب فی نسب قریش و خیار العرب عربی (656ھ) کے صفحہ 26 پر درج ہے'' وولد عون بن علی بن محمد بن علی بن ابی طالب: محمداً، ورقیه؛ وعلبة بنی عون'' یعنی عون کی اولاد ''بنی عون'' ہے۔
سالار مسعود غازی قطب شاہی علوی اعوان کا شجرہ نسب یوں درج ہے'' سالار مسعود غازی بن سالار ساہو غازی [برادر سالار قطب حیدر غازی قطب شاہ ثانی و سالار سیف الدین غازی] بن عطا اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن شاہ محمد غازی بن شاہ علی غازی بن محمد آصف غازی [اصل] بن عون عرف قطب غازی بن علی عبدالمنان بن حضرت محمد حنفیہؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب''۔
سلطنت غزنویہ کے دور کی کتاب تاریخ بیہقی (385-470ھ)، تہذیب الانساب عربی 449 ہجری، منتقلۃ الطالبیہ عربی 471ھ، لباب الانساب عربی 565ھ و منبع الانساب فارسی 830ھ کے مطابق عون بن علی ابن محمد حنفیہ کی اولاد کا ہند آنا، قطب شاہی کہلانا اور سلطنت غزنویہ سے منسلک ہونا درج ہے۔ تاریخ بیہقی جلد اول ص 57 پر درج عبارت ''قاضی ورئیس و خطیب و نقیب علویان و سالار علویان و سالار غازیان'' کا تذکرہ موجود ہے۔ جس کے مطابق سلطنت غزنویہ کے ساتھ قاضی القضاء رئیس، خطیب، نقیب و سالار سب کے سب علوی تھے۔ منبع الانساب فارسی کے مطابق عون عرف قطب غازی بن علی عبدالمنان بن محمد حنفیہ کی اولاد سے سالار مسعود غازی، سالار ساہو غازی کے بیٹے اور سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے اور سلطان کی افواج میں بغرض جہاد ہند شمولیت اختیار کرتے ہوئے بجر یورمد کی جس کا ذکر سفرنامہ ابن بطوطہ، تاریخ فیروز شاہی تالیف سید ضیاء الدین برنی، تاریخ فرشتہ، مرات الاسرار، اخبار الاخیار، خزینۃ الاصفیا وغیرہ میں بھی درج ہے۔ مندرجہ بالا کتب میں درج اصل عبارت کی عکسی نقول نیچے دی گئی ہیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ علاوہ ازیں تاریخ حیدری تالیف 1911ء، تحقیق الاعوان 1968، تاریخ علوی اعوان 1999ء، نسب الصالحین 2000، تحقیق الانساب جلد اول 2007ء، تاریخ قطب شاہی علوی اعوان 2015، تاریخ خلاصۃ الانساب 2017ء، اعوان شخصیات ہزارہ 2019ء، حضرت بابا سجاول علوی قادریؒ تاریخ کے آئینے میں 2019ء کے علاوہ درجنوں کتب اور مولوی ملنگ علی گفا نوالہ چکوال تجرہ نویس علوی اعوان قبیلہ کے مطابق بھی اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند محمد الاکبر المعروف محمد حنفیہؒ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں اور مندرجہ بالا شجرہ نسب صدیوں سے ان کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ مندرجہ بالا کتب ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان کی لائبریری اور ویب سائٹ www.alveeawan.com سے دستیاب ہیں۔
شاہ محمد غازی
طیب غازی
طاہر غازی
عطاء اللہ غازی
سالار ساہو غازی ← سالار مسعود غازیؒ
سالار قطب حیدر غازی (قطب شاہ ثانی)
سالار سیف الدین غازی
مزمل علی کلگان
جہان شاہ
زمان علی کھوکھر
محمد علی
بہادر علی
نجف علی
عبداللہ گولڑہ
محمد شاہ کنڈان
فتح علی
نادر علی
کرم علی
منبع الانساب فارسی سید معین الحق جھونسوی 830ھ
منتقلۃ الطالبیہ عربی ابی اسماعیل 471ھ
کتاب نسب قریش عربی (234-156ھ)
کتاب نسب قریش
لأبي عبد الله المصعب بن عبد الله بن المصعب الزبيري ١٥٦ — ٢٣٦
ولد محمد بن علي بن أبي طالب
وولد عون بن علي بن محمد بن علي بن أبي طالب: محمداً؛ ورقية؛ وعلية
لباب الانساب عربی ابی القاسم حسن 565ھ
بحوالہ: کتاب نسب قریش عربی ابی عبداللہ المصعب الزبیری (234-156ھ)
تہذیب الانساب عربی ابی الحسن بن ابی جعفر 449ھ، منتقلۃ الطالبیہ عربی ابی اسماعیل 471ھ
لباب الانساب عربی ابی القاسم حسن 565ھ، منبع الانساب فارسی سید معین الحق جھونسوی 830ھ
مرات مسعودی فارسی، تاریخ حیدری، تاریخ علوی اعوان، تاریخ قطب شاہی علوی اعوان
تہذیب الانساب عربی ابی جعفر 449ھ